41

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

اشاعت خصوصی

فلسطین نمبر

8 تا 14 ربیع الثانی 1445ھ / 24 تا 30 اکتوبر 2023ء

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے

سورۃ النمل | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 59، 60

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾
اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ
ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

آیت ۵۹: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ﴾ ’’آپؐ کہہ دیجیے کہ کل حمد اور کل شکر اللہ کے لیے ہے‘ اور سلام ہے اُس کے ان بندوں پر جن کو اس نے چن لیا ہے۔‘‘

یعنی تمام انبیاء و رسل ؑ اللہ کے چنے ہوئے لوگ تھے۔

﴿آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾ ’’کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ شریک بناتے ہیں؟‘‘

ذرا سوچو کہ اللہ کے مقابلے میں تمہارے ان معبودوں کی کیا حیثیت ہے؟ تم لوگ خود تسلیم کرتے ہو کہ تمام اختیارات کا مالک اللہ ہی ہے۔ تو پھر ان بے اختیار معبودوں کو تم کس حیثیت سے پوجتے ہو؟

آیت ۶۰: ﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ﴾ ’’بھلا کون ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور آسمان سے تمہارے لیے پانی اتارا!‘‘

﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ﴾ ’’پھر اس کے ذریعے سے ہم نے پُر رونق باغات اُگائے۔‘‘

﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ﴾ ’’تمہارے لیے ممکن نہیں تھا کہ ان کے درختوں کو خود اُگا سکتے۔‘‘

کہ اللہ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے‘ بارش برساتا ہے‘ موسموں کو سازگار رکھتا ہے‘ اناج اُگاتا ہے‘ غرض تمام امور اسی کے حکم اور اسی کی قدرت سے انجام پاتے ہیں۔ اللہ کی قدرتِ کاملہ کے بیان کا یہی انداز سورۃ الواقعہ میں بھی ملتا ہے۔

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ﴾ ’’کیا کوئی اور معبود بھی ہے اللہ کے ساتھ؟‘‘

کیا ان سارے کاموں میں اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی شریک ہے؟

﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾﴾ ’’بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو (حق سے) انحراف کر رہے ہیں۔‘‘

درس حدیث

مسلمان کسی مسلمان پر نہ خود ظلم کرے نہ کسی اور کو کرنے دے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔‘‘

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظام خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 ربیع الثانی 1445ھ جلد 32
24 تا 30 اکتوبر 2023ء شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعدؔ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دار الاسلام" ملتان روڈ چوہنگ، لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 64700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ......800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنے والے دور کی دھندلی سی تصویر

جب سے دنیا گلوبل ویلج بنی ہے ٹیکنالوجی میں برتری رکھنے والے چند ممالک میں دنیا کی سپر بلکہ سپریم قوت بننے کے لیے دوڑ لگی ہوئی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس حوالے سے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کا جنون دکھائی دیتا ہے۔ اس جنگ کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ قوت کا عالمی مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل ہو گیا۔ انگلستان نے ایشیا اور افریقہ سے نکلنا شروع کر دیا۔ امریکہ کو اپنا بڑا بھائی تسلیم کر کے اُس کی بالادستی قبول کر لی۔ دنیا Bi-Polar ہو گئی۔ دنیا میں دو سپر قوتیں وجود میں آ گئیں (1) امریکہ (2) سوویت یونین۔ یورپ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا مغربی یورپ اور مشرقی یورپ۔ درحقیقت یہ زیادہ تر اقتصادی تقسیم تھی۔ امریکہ کی سرکردگی میں مغربی یورپ سرمایہ دارانہ نظام کو لے کر آگے بڑھا اور سوویت یونین جو اصلاً روس میں وسطی ایشیا کی سابق مسلمان ریاستوں کو اپنے اندر ضم کر کے وجود میں آیا تھا۔ اس نے مشرقی یورپ کو اپنے زیر اثر لے لیا اور وہاں اشتراکیت نے ڈیرے ڈال لیے اور کمیونزم نے اپنے جھنڈے گاڑ لیے۔ اگرچہ غیر جانبدار ممالک کی بھی ایک تنظیم سامنے آئی لیکن وہ حقیقت کم اور سیاسی شعبدہ بازی زیادہ تھی۔ بھارت اور مصر جیسے ممالک نے اس سیاسی شعبدہ بازی سے کافی فائدے حاصل کیے۔ امریکہ اور سوویت یونین اپنے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ میں اصل فریق تھے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کو صرف یہ فکر لاحق ہوتی تھی کہ ہر شعبے میں وہ دوسرے کو پیچھے چھوڑ دے۔ امریکہ پہلے ایٹم بم بنانے میں کامیاب ہو گیا (اگرچہ یہ نازی جرمن سائنس دانوں کا کارنامہ تھا لیکن یہ امریکہ منتقل ہو چکے تھے) تو سوویت یونین خلا میں جانے والا پہلا ملک بن گیا۔ پھر چاند کی طرف دوڑ لگی وہاں امریکہ پہلے پہنچ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل مقابلہ سیاسی اور عسکری سطح پر تھا، سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی اسی کا ایک جز تھا۔ اس دوران دونوں سپر قوتیں گتھم گتھا رہیں اور باقی دنیا کے فہیم اور سمجھدار قیادت رکھنے والے ممالک فائدہ اٹھاتے رہے اور پاکستان جیسے ممالک ہاتھیوں کی اس جنگ میں استعمال بھی ہوتے رہے اور پستے بھی رہے۔ ہم اس حوالے سے چند مثالیں دے کر قارئین کو بتانے کی کوشش کریں گے۔ کس طرح دونوں قوتیں ایک دوسرے کو مختلف محاذوں پر پھنسا کر خود سبقت لے جانے کی کوشش کرتی رہیں تاکہ قارئین یہ سمجھ سکیں کہ موجودہ غزہ کی جنگ کا حقیقی پس منظر کیا ہے۔

ماؤزے تنگ کے چین کو امریکہ نے تسلیم نہ کیا اور تائیوان کو اصل چین قرار دے دیا۔ سوویت یونین نے شروع میں چین سے اچھے تعلقات بنا لیے۔ امریکہ نے اپنی چودھراہٹ کے لیے شمالی ویت نام پر حملہ کیا تو چین اور روس میدان میں آ گئے اور گوریلا وار میں شمالی ویت نام کی بھرپور مدد کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ ذلیل و خوار ہوا اور اس کے فوجی چھتوں سے ہیلی کاپٹروں پر چھلانگیں لگا کر جان

بچا کر بھاگے۔ پھر اس طرح کی بلکہ اس سے بڑی غلطی سوویت یونین سے ہوئی۔ اُس نے طاقت کے ترنگ میں اپنے چھوٹے ہمسایہ ملک افغانستان پر جو اُس کا حلیف بھی تھا، حملہ کر دیا۔ بعض اندرونی قوتوں نے اُس کا ساتھ دیا اور سوویت یونین افغانستان پر مکمل قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اُس کی یہ کامیابی اُس کی بدقسمتی کا آغاز تھا۔ افغان مجاہدین نے گوریلا جنگ سے سوویت یونین کے ناک میں دم کر دیا یہ صورت حال دیکھ کر امریکہ بھی مجاہدین کی مدد کو آ گیا اور پاکستان کو اس کا ذریعہ بنایا۔ باقی سب تاریخ ہے کہ کس طرح افغانیوں نے دشمن کو ننگی کا ناچ نچایا اور کس طرح پاکستان کی اشرافیہ نے ڈالر لوٹے، امریکی اسلحہ بھی فروخت ہوا۔ لیکن پاکستان کی عوام کے حصے میں کلاشن کوف کلچر اور دہشت گردی آئی۔ بہرحال اب امریکہ صرف سوویت یونین کو مکمل نیچا دکھانے میں کامیاب ہو گیا بلکہ اُسے اقتصادی طور پر اس قدر بدحال کر دیا کہ وہ اپنا وجود قائم نہ رکھ سکا۔ ضم شدہ ریاستیں الگ ہو گئیں اور سوویت یونین روس کی شکل میں رہ گیا۔ اب روس امریکہ کی بالادستی عملاً قبول کر چکا تھا اور امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ یعنی واحد طاقتور ترین قوت بن کر سامنے آیا۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکہ نیو ورلڈ آرڈر سامنے لایا۔ دنیا uni polar ہو گئی جس کا مطلب تھا اب امریکہ دنیا کا چودھری اور شہنشاہ عالم بن گیا۔ وہ اس بات کا دعویدار ہو گیا کہ دنیا صرف میری تابع ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی یہ حیثیت کو قبول نہیں کرتا لہٰذا ایک طرف ڈنگ شاؤ پنگ کی قیادت میں چین ایک اقتصادی قوت کی حیثیت سے اُبھرنا شروع ہوا۔ دوسری طرف روس کو پیوٹن جیسا لیڈر مل گیا۔ روس کی عسکری قوت تو ویسے بھی زیادہ damage نہیں ہوئی تھی، اُس کی اقتصادی سانسیں بھی بحال ہونا شروع ہو گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم ترین سبق یہ ہے کہ تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھتا۔ امریکہ نے بھی سوویت یونین والی غلطی دہرائی اور افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ لیکن افغانستان نے ثابت کر دیا کہ وہ عالمی قوتوں کا قبرستان ہے برطانیہ، سوویت یونین اور امریکہ جیسی عالمی قوتوں کی اجتماعی قبر مستقبل میں افغانستان سے ہی دریافت ہو گی۔ ان شاء اللہ! اس جنگ میں امریکہ نے ایک اور ہمالائی غلطی کی کہ پہلے اپنی عالمی چودھراہٹ کو برقرار رکھنے کے لیے مذاکرات کو طول دیا اور احمقانہ قسم کی شرائط رکھ دیں، پھر شکست کو مذاکرات کے ذریعے فتح کا ٹائٹل دینے کی کوشش کی۔ ناکامی پر شکست کو ایک روٹین کا معاملہ یا باعزت رخصتی بنانا چاہا، لیکن اس ساری کھینچ تان نے اُسے زیادہ ذلیل کیا اور ایک سپر قوت کی حیثیت سے دنیا میں اُس کا امیج بہت بری طرح خراب ہوا۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُس کا تکبر اور رعونت اب تک اس ذلت آمیز شکست کو تسلیم کرنے میں حائل ہے۔ اور وہ شب و روز ایسی حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے کبھی چین کے BRI منصوبے میں رکاوٹیں کرنے کی منصوبہ بندی کرتا نظر آتا ہے اور کبھی مشرقی یورپ کے ممالک کو نیٹو میں شامل کر کے روس کے لیے مسئلہ کھڑا کرتا ہے۔ روس چونکہ اقتصادی طور پر ابھی پوری طرح خود کو سنبھال نہیں سکا۔ اس حوالے سے بھی امریکہ کی سازشیں جاری ہیں اور آخری کام اُس نے یہ کیا کہ یوکرین میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے سازشی کردار ادا کیا وہاں کے ایک اداکار لیڈر کے ذریعے یوکرین کو نیٹو کا حصہ بنانے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ گویا روس کی بغل میں ایک نیٹو اتحادی کی جگہ بنائی جا رہی تھی تاکہ کسی وقت روس کی بغل سے حملہ کیا جا سکے۔ لیکن روس نے یہ Preempt کر کے یوکرین پر گزشتہ سال حملہ کر دیا۔

یوکرین پر روس کے حملہ کے جواب میں امریکہ نے پاکستان میں رجیم چینج کر کے روس اور چین دونوں کو ایک اہم ساتھی سے محروم کر دیا۔ گویا امریکہ نے یوکرین پر روسی حملہ کا حساب برابر کر دیا۔ اسی دوران چین نے ایران، سعودی عرب کی صلح کروا کر امریکہ کو جھٹکا مارا۔ امریکہ نے ایک طویل عرصہ تک محنت کر کے ایران اور سعودی عرب کو ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑا کیا تھا۔ یہ چین کا امریکہ پر سفارتی حملہ تھا۔ امریکہ اسرائیل اور سعودی عرب اور دوسرے کچھ عرب ممالک سے تعلقات کو نئی جہت دے کر مشرق وسطیٰ میں ایک زبردست سفارتی فتح حاصل کرنے جا رہا تھا کہ 7 اکتوبر 2023 کو حماس نے غزہ کی پٹی سے اسرائیل پر ایسا خفیہ اور رازدارانہ حملہ کیا کہ دنیا ششدر رہ گئی اور اسرائیل وقتی طور پر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

ہماری رائے میں حماس کے اس حملے میں اسرائیل کا جتنا جانی نقصان ہوا ہے گزشتہ دو عرب اسرائیل جنگوں میں اتنا نقصان نہیں ہوا ہو گا۔ پھر یہ کہ اسرائیل جو اپنے ناقابل شکست ہونے کا تصور قائم کر چکا تھا، وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ کون نہیں جانتا کہ حماس کا اور اسرائیل کا کوئی مقابلہ نہیں اور اسرائیل کے جوابی حملے سے حماس کو ناقابل تلافی اور شدید جانی اور مالی نقصان پہنچے گا۔ لیکن اس نقصان کے باوجود اس جنگ کے کچھ ایسے نتائج سامنے آئیں گے جو اسرائیل کے لیے ڈراؤنا خواب ثابت ہوں گے۔ اسرائیل جو مذاکرات کا جھانسہ دے کر اور اچھے تعلقات کا جال بچھا کر عربوں کو جکڑنے جا رہا تھا وہ اب انتہائی مشکل اور شاید ناممکن ہو گیا ہے پھر

یہ کہ اسرائیل کے دفاع کی بہت ہی کمزوریاں سامنے آگئی ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ اگرچہ وحشیانہ بمباری سے علاقے میں اسرائیل اپنی دہشت قائم کرے گا، لیکن زمینی حملہ کرکے اگر اسرائیل آگے نہیں بڑھتا تو وہ اصل ہدف نہیں حاصل کر سکے گا۔ پھر یہ کہ زمینی حملہ کے جواب میں حزب اللہ جسے ایران کی حمایت حاصل ہے، وہ اگر جنگ میں کود پڑتا ہے تو اسرائیل کی مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔ امریکہ نے اپنا سب سے بڑا بحری بیڑہ قریبی بندرگاہ میں پہنچا دیا ہے جس میں جدید ترین ہتھیار بھی ہیں اور دو ہزار کے قریب فوجی بھی اسرائیل کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔

ہم نے آغاز میں امریکہ اور مخالف قوتوں کی دھینگا مشتی سے جو آپ کو آگاہ کیا ہے، دیکھنا اب یہ ہے کہ یہ کشیدگی کیا شکل اختیار کرتی ہے۔ اگر چین اور روس اسلحہ بارود اور دوسرے مادی وسائل سے نہ صرف حماس اور حزب اللہ بلکہ خطے کے دوسرے ممالک کی مدد کرکے ایک طویل عرصہ تک امریکہ کو مشرقِ وسطیٰ میں جنگ میں پھنسا دیتے ہیں تو پھر یہ جنگ وہ صورت بھی اختیار کر سکتی ہے جس کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں اگرچہ اُن کا کوئی ٹائم فریم ہمیں معلوم نہیں ہے۔

بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی انہونی ہونے جا رہی ہے۔ ایک اور بات ہم قارئین پر واضح کر دیں کہ جن بہت سی جنگوں کا ہم نے آغاز میں ذکر کیا ہے کہ وہ محض ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے لڑی گئی تھیں لیکن یہ جنگ اُن سے بالکل مختلف ہے۔ اس جنگ نے مستقبل کی سمت طے کرنی ہے۔ یہ جنگ اس لیے بھی بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ کسی ایک فریق کی پسپائی معمولی یا وقتی نہیں ہوگی بلکہ اسرائیل اور اُس کا سرپرست امریکہ اپنا ہدف حاصل کیے بغیر پیچھے ہٹتے ہیں تو انہیں آنے والے وقت میں بھی ایسے حملوں کا سامنا کرنا پڑتا رہے گا اور اگر حزب اللہ ایران کی سرپرستی میں حماس کی کوئی مدد نہیں کرتا تو سمجھ لیں کہ کچھ عرصہ بعد حزب اللہ کو بھی حماس جیسی تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایران کو بھی نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ پھر یہ کہ چین اور روس پر مشرقِ وسطیٰ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اسرائیل فلسطین ہی نہیں کچھ عرصہ بعد عربوں کو بھی روند ڈالے گا۔ لہٰذا اس جنگ میں پسپائی کسی کو وارہ نہیں کھاتی سوائے اس کے کہ کوئی فریق مکمل شکست کھا جائے۔

اس جنگ کے حوالے سے مسلمان ممالک کا طرزِ عمل اور رویہ افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس نے ماضی میں عرب اسرائیل جنگ میں اہم رول ادا کیا تھا لیکن آج غزہ کے معاملے میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان اپنی دگرگوں حالات کی وجہ سے عالمی سطح پر قابلِ ذکر رہا ہی نہیں۔ عرب ممالک بھی اس بات کو سمجھ لیں کہ اس جنگ میں شکست ہوئی تو انہیں اسرائیل سے اچھے تعلقات کا خیال دل سے کھرچ ڈالنا ہوگا۔ اس صورت میں انہیں اسرائیل کا باقاعدہ غلام بن کر رہنا ہوگا۔ وہ صرف اسرائیل کے باجگزار بن کر رہ سکیں گے۔ وہ بھی وہ جن پر اسرائیل مہربان ہوگا ورنہ اسرائیل انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ پھر عرب بھول جائیں کہ اُن کے ساتھ معاملات سفارت کاری یا کسی قسم کے soft سلوک سے طے کیے جائیں گے۔ یہ جنگ مر جاؤ یا مار دو کی جنگ ہے۔ ذلت کی زندگی یا عزت کی موت، عربوں کو یکسو ہو کر فیصلہ کرنا ہوگا۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ بھی اُن ہی کی مدد کرتا ہے جو خود اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

بانیانِ پاکستان کی آراء

علامہ اقبالؒ

پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ نے سازش کے ذریعہ عربوں اور ترکوں کو آپس میں لڑا کر بیت المقدس سے ترکوں کو بے دخل کر دیا اور عربوں کو کئی ملکوں میں تقسیم کرنے کے بعد اپنی اجارہ داری قائم کی۔ اسی دوران 1917ء میں برطانوی وزیر خارجہ بالفور نے "اعلان بالفور" کے ذریعہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ یہودیوں نے فلسطینیوں سے منہ مانگے داموں جائیدادیں خریدیں اور جنہوں نے انکار کیا انہیں برٹش حکومت کے تعاون سے بے دخل کیا۔ دستاویزات کے ذریعہ ثابت کیا کہ یہ جائیداد دو ہزار سال قبل ہمارے بزرگ کے نام پر تھی۔ علامہ اقبال نے اس پر تبصرہ کیا کہ

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پہ حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

قائداعظم محمد علی جناح

اسرائیل کے قیام کے بعد قائداعظم نے فرمایا تھا:

"اسرائیل مغربی دنیا کا ناجائز بچہ ہے۔"

جب 25 اکتوبر 1947 کو قیام اسرائیل کا منصوبہ پیش کیا گیا تو قائداعظم نے رائٹرز نیوز ایجنسی کو انٹرویو میں فرمایا: "فلسطین کے بارے میں ہمارے موقف کی وضاحت اقوام متحدہ میں پاکستان وفد کے سربراہ نے کر دی ہے۔ مجھے اب بھی یہ امید ہے کہ تقسیم فلسطین کو اس منصوبہ کے تحت مسترد کر دیا جائے گا ورنہ ایک خوفناک چپقلش کا شروع ہونا ناگزیر اور لازمی امر ہے۔ یہ چپقلش صرف عربوں اور منصوبہ تقسیم کرنے والوں کے درمیان نہ ہوگی بلکہ پوری اسلامی دنیا اس فیصلے کے خلاف عملی بغاوت کرے گی کیونکہ ایسے فیصلے کی حمایت نہ تاریخی اعتبار سے کی جا سکتی اور نہ ہی سیاسی اور اخلاقی طور پر۔ ایسے حالات میں پاکستان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ عربوں کی مکمل اور غیر مشروط حمایت کرے اور خواہ مخواہ کے اشتعال اور دست درازیوں کو روکنے کے لیے جو کچھ اس کے بس میں ہے پورے جوش و خروش اور طاقت سے بروئے کار لائے۔"

منبر و محراب

مسئلہ فلسطین

عالم کفر اور امت مسلمہ کا طرزِ عمل اور ہماری ذمہ داری

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 13 اکتوبر 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

آج کی نشست میں مسئلہ فلسطین کے حوالے سے کلام کرنا مقصود ہے۔ ورنہ صفت اسرائیل کی جارحیت اور مقدس مقامات کی بے حرمتی، ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرنا، ان کو ان کے گھروں اور زمینوں سے بے دخل کرنا، یہ کوئی ایک ہفتے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تقریباً پون صدی کی تاریخ ہے۔ ان کے مقابلے میں نہتے فلسطینی مسلمان ہیں جو مزاحمت کر رہے ہیں جبکہ پونے دو ارب مسلمان خاموش بیٹھے ہیں، اس تناظر میں بھی کلام کرنا مقصود ہے۔

یہود کی تاریخ

قرآن حکیم میں یہودیوں کے کرتوتوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جس کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ آپؑ کے بارہ بیٹے تھے جن کی نسل بنی اسرائیل کہلائی۔ اس سلسلے میں ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام آئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے اور ان پر تورات نازل ہوئی تو اس کے بعد بنی اسرائیل کو امت کی حیثیت حاصل ہوئی۔ بنی اسرائیل کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بہت سارے انعامات نازل کیے، ان کو بڑی بڑی بادشاہتیں عطا کیں، تورات، زبور اور انجیل ان کو عطا کی گئی۔ بنی اسرائیل میں یہود اور نصاریٰ دونوں شامل ہیں۔ بنی اسرائیل اور ان کے علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہی دنیا پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قرآن پاک نقل کرتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اصلاح کرنا چاہی تو یہ لوگ جان کے دشمن ہو گئے اور رومی عدالت سے آپ کو سزائے موت دلوائی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا اور زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ یہ اتنے ظالم لوگ ہیں۔ ان کی پچھلی تاریخ دیکھیں تو انہوں نے سینکڑوں انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ صرف ایک دن میں بنی اسرائیل نے 43 انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ مریم سلام علیہا کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران) ”یقیناً اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاک کر دیا ہے اور تمہیں تمام جہان کی خواتین پر ترجیح دی ہے۔“

لیکن بنی اسرائیل نے ان کو بھی معاف نہ کیا اور ان پر بھی

مرتب: ابو ابراہیم

بہتان لگائے اور رکیک حملے کیے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید ان کے اور بھی کئی جرائم کا ذکر کرتا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ذکر ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بھی بدل ڈالا۔ یہ اپنے پاس سے گھڑی ہوئی باتیں لکھتے اور کہتے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر ان کے علماء لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتوے دے کر مال بٹورتے رہے۔ اسی دنیا پرستی میں پڑ کر انہوں نے اپنے رسولوں کا ساتھ بھی چھوڑ دیا۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے مکالمے کا ذکر آتا ہے: ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (المائدہ) ”تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جا کر قتال کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔“

یہود دنیا پرستی میں اس قدر غرق ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ ان کی عمر ہزار برس ہو لیکن اللہ فرماتا ہے کہ یہ تب بھی اللہ کے عذاب سے بچ نہیں پائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کے بھی سب سے بڑے دشمن یہی لوگ تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدہ: 82)

”تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔“

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک سازشیں کیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر سارے عرب کی افواج کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کرنے کی سازش کی۔ پھر خلفائے راشدین کے دور میں عبداللہ بن سبا یہودی نے فتنہ گری کی اور بعد ازاں مسلسل سازشوں میں مصروف رہے۔ یہودیوں کے فقہ کی کتاب تالمود میں لکھا ہوا ہے کہ صرف یہودی ہی انسان ہیں باقی سارے جینٹائلز (جانور) ہیں۔ آج بھی اسرائیلی ریاست کے ذمہ داران یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ فلسطینی جانور ہیں، ان کو جینے کا حق نہیں ہے۔ یہود کا پیدائشی عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں باقی سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ ان کو مارنا، لوٹنا وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ تالمود میں لکھا ہے کہ ایک یہودی کو اپنے مطلب کی بات کرنی چاہیے، اگر اسے اپنے مطلب کی بات عدالت کے یہودی جج سے ملے تو وہاں سے لے اور اگر غیر یہودی جج سے ملے تو وہاں سے لے۔ یہ ساری دنیا کو سود کے دھندوں میں لگانے والے لوگ ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اُمیّین کے بارے میں ان سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ قوم ہے جو خود سے لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے اور پھر اس کی بنیاد پر دہشت گردی کرتا،

لوگوں کو ناحق قتل کرنا لوگوں کی جانوں اور مالوں سے کھیلنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہود کے جرائم کے حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے سورۃ البقرۃ کے دروس سنے جاسکتے ہیں۔

ریاست اسرائیل

اسرائیل اقوام متحدہ کے تحت 1948ء میں قائم ہوا لیکن 1917ء میں برطانیہ نے بالفور ڈیکلیریشن کے تحت یہاں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت دی۔ حالانکہ زمین اور علاقہ ان کا نہیں ہے لیکن انہوں نے برطانوی حکومت کی پشت پناہی میں غاصبانہ طور پر فلسطین پر قبضہ کرلیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ دنیا کا نمبر ون بن گیا اور اس نے دھونس کے ساتھ اسرائیلی ریاست کو 1948ء میں قائم کیا اور پھر اس کی پشت پناہی کی۔ 1948ء کا نقشہ آپ دیکھ لیں، یہود کے پاس کتنا علاقہ تھا اور فلسطینیوں کے پاس کتنا تھا مگر آج زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہود نے 30ہزار فلسطینی مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلا کر انہیں مسمار کرکے وہاں یہودیوں کو آباد کیا۔ عالمی قوانین کے مطابق کسی ریاست کے قیام کے لیے تین بنیادی تقاضے ہیں:

1۔ وہ ریاست جس کے پاس اپنا کوئی علاقہ ہو۔
2۔ جس کی سرحدیں متعین ہوں۔
3۔ اس کے متعین علاقے میں اپنے شہری بھی ہوں۔

اسرائیل کا اپنا کوئی علاقہ نہیں تھا اور نہ ہی یہاں اس کی آبادی تھی لیکن دھونس، دھمکی اور بدمعاشی کی بنیاد پر وجود میں آیا اور اس وقت اقوام متحدہ نے جو زمین اس کو دی تھی آج اس سے 72 گنا زیادہ زمین پر قابض ہو چکا ہے جبکہ اب بھی اس کی سرحدیں متعین نہیں ہیں۔ اسرائیلی ذمہ داران اپنے عقیدے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ نیل سے فرات تک کا سارا علاقہ ہمارا ہے، یہ گریٹر اسرائیل ہم قائم کرکے دکھائیں گے اور اس کے لیے جتنے عربوں (جانوروں) کو مارنا پڑے تو ماریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہودی کہیں بھی آباد ہو وہ اسرائیل کا شہری ہے۔ 1980ء کی دہائی میں اسرائیلیوں نے صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں موجود مسلمان بچوں اور بچیوں سمیت ڈھائی ہزار مسلمانوں کو ایک ایک رات میں شہید کیا۔ یہ کوئی آج کا معاملہ نہیں ہے بلکہ مسلسل جبر و ظلم اور غاصبانہ قبضے کا معاملہ ہے۔ امریکہ اور برطانیہ اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور اس کے عزائم میں مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا اور قبۃ الصخرہ (جہاں سے محمد رسول اللہ ﷺ معراج کی شب آسمانوں پر تشریف لے گئے) کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی کو تعمیر کرنا بھی شامل ہے۔

آج جو لوگ انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں انہیں کافروں کے حقوق تو نظر آتے ہیں لیکن ان کو اسرائیل کے مظالم نظر نہیں آتے۔

ارض فلسطین

فلسطین انبیاء کرام ؑ کی سرزمین ہے۔ ہزاروں انبیاء کرام ؑ وہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلمانوں کا قبلہ اول اور مسجد اقصیٰ وہاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ جب آپ ؐ نے امامت فرمائی تو موسیٰ اور عیسیٰ ؑ بھی وہاں تھے جو بنی اسرائیل کے جلیل القدر رسول ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی امامت سے اشارہ ہو گیا کہ اب اس سرزمین کی تولیت اور نگرانی امت محمد ﷺ کے حوالے ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ لہٰذا اس ارض مقدس کو آزاد کرانا امت مسلمہ کے ذمہ فرض ہے۔

عالم کفر کا کردار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الکفر ملۃ واحدۃ)) کفار ملت واحدہ ہیں۔ اس ملت کا امام کبھی برطانیہ تھا آج امریکہ ہے۔ یہ سب اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ امریکہ نے بحری بیڑا بھیج دیا، اور برطانیہ میں فلسطین کا پرچم لہرانے پر پابندی لگا دی گئی۔ یہ ان کا مکروہ اور منافقانہ چہرہ ہے کہ اگر مظلوم فلسطینیوں کی حمایت میں کوئی پرچم لہرائے گا تو اس کو پولیس گرفتار کرے گی۔ میں اپنے سیکولر لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ان کی منافقت پر بات کریں۔ کہاں گیا آزادی اظہار رائے؟ آنکھیں کھولیے اب وقت گزر جائے گا مگر یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم کس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ انسانی حقوق کے نعرے لگانے والے اسرائیل سے کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چاہے تم فلسطین میں بم مارو ہم تمہیں ظلم کرنے کی پوری چھٹی دیتے

پریس ریلیز 18 اکتوبر 2023ء

فلسطینی مسلمانوں کو غاصب صہیونیوں کے خلاف جوابی کارروائی کا پورا حق حاصل ہے

شجاع الدین شیخ

فلسطینی مسلمانوں کو غاصب صہیونیوں کے خلاف جوابی کارروائی کا پورا حق حاصل ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ناجائز صہیونی ریاست نے پون صدی سے فلسطینیوں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ دنیا بھر سے صہیونیوں کو لا کر اور فلسطینیوں کے گھروں کو مسمار کرکے آباد کیا گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے اور گریٹر اسرائیل کو قائم کرنے کا منصوبہ مسلسل آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ، مغربی کنارہ، جنین، یروشلم اور غزہ پر مستقل حملے جاری ہیں۔ اسرائیل کا ہر شہری تربیت یافتہ فوجی ہے جو ہر لمحہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف حالت جنگ میں رہتا ہے۔ اس پس منظر میں فلسطین کے مسلمانوں کو پورا حق حاصل ہے کہ ناجائز صہیونی آبادکاروں کو ارض مقدس سے نکال باہر کرنے اور اپنے علاقے واپس لینے کے لیے بھرپور جوابی کارروائی کریں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ممالک کا اب امتحان ہے کہ وہ اس نازک گھڑی میں حق کا ساتھ دیتے ہیں یا اسرائیل کے سامنے بچھ جاتے ہیں۔ فلسطینی مسلمانوں کی مدد کو پہنچتے ہیں اور ان کے اقدام کو تقویت دیتے ہیں یا ان کے راستے کی دیوار بن جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پون صدی سے جارحیت کرنے والے اسرائیل کو اب مغربی میڈیا میں مظلوم کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کو تیز کر دیا گیا ہے۔ مسلمان ممالک پر بے پناہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ ناجائز صہیونی ریاست کو تسلیم کرکے اس کی مدد کریں۔ انہوں نے پاکستان اور دیگر مسلمان ممالک کی حکومتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس نازک وقت میں فلسطین کے مسلمانوں کی نہ صرف مکمل اخلاقی، سفارتی اور مالی بلکہ عسکری مدد کے لیے میدان میں اتریں۔ اس بات کو نہ بھولا جائے کہ ناجائز صہیونی ریاست کا ساتھ دینے والوں پر تاریخ اپنا فیصلہ ضرور صادر کرے گی۔ آخر میں انہوں نے فلسطین کے مسلمانوں کی فتح کے لیے دعا کی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہیں، ہم اپنے بحری بیڑے بھیجیں گے، ساری دنیا کا ناطقہ بند کر دیں گے، تمہارے لیے کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا تم آگے بڑھو۔ سارا عالم کفر اس بات پر جمع ہو چکا ہے۔

اُمت مسلمہ کا کردار

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ﴾ (الحجرات:10)
”یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان ایک عمارت کی مانند ہیں۔ ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ مل کر دیوار کو مضبوط کرتی ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ مل کر اُمت کو مضبوط کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ساری اُمت ایک جسد واحد کی طرح ہے اگر جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ الحمد للہ! جو مسلمان دین سے جڑے ہوئے ہیں ان میں غیرت ہے۔ ہم نے پریس کلب میں مظاہرہ کیا۔ اسی طرح جماعت اسلامی اور دوسری دینی جماعتوں کی طرف سے بھی مظاہرہ ہوگا ہم سپورٹ کرتے ہیں۔ لیکن میں سیکولر لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ان میں سے کتنے لوگوں نے آواز بلند کی ہے؟ جو کتے اور بلیوں کے لیے آواز بلند کرتے ہیں، جو عورتوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں کیا انہوں نے کھڑے ہو کر بات کی ہے؟ یہ ساحل سمندر پر لوگوں کی واک بھی کرواتے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اسرائیل جو مظالم مسلمانوں پر کر رہا ہے اس پر آپ نے کوئی واک کروائی ہے؟ یعنی مسلمانوں میں بھی تقسیم ہو رہی ہے۔ عوام بے غیرت نہیں ہے مگر ایک مخصوص طبقہ مسلمانوں میں سے ایسا ہے جس کی طرف سے آج بھی آواز بلند ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ بالخصوص عرب حکمران اسرائیل کے ساتھ تعلقات، تجارت اور معاہدوں کی بات کرتے ہیں۔ اس وقت غزہ کا یہودیوں نے محاصرہ کیا ہوا ہے، اس کی ایک سرحد مصر کے ساتھ لگتی مگر وہ بھی مصر نے بند کر رکھی ہے۔ بہرحال امت مسلمہ کی عظیم اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ زبانی سے بیانات ہیں عملی طور پر کچھ نہیں ہو رہا۔ پاکستان کو لولی پوپ دیے جا رہے ہیں کہ اسرائیل کو قبول کرلو تو ڈالر بھی ملیں گے، سعودی عرب والے بھی دیں گے، سرمایہ کاری بھی ہوگی۔ یہ امت مسلمہ کی اکثریت کا حال ہے۔ 34 مسلم ممالک کی فوج بنائی گئی تھی ہمارے سابق آرمی چیف کو اس کا چیف بنایا گیا تھا۔ وہ کدھر ہے؟ ان عربوں کا خیال تھا کہ ہماری ریاستیں بچ جائیں، اقتدار بچ جائے مگر گریٹر اسرائیل کے ایجنڈے کی زد میں تو عرب ممالک بھی آرہے ہیں، کیا تم بچ جاؤ گے؟

ہمارے اُستاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک حدیث کا حوالہ دیتے تھے: ((ویل للعرب من شر قد اقترب)) ”ہلاکت ہے عربوں کے لیے اس شر سے جو قریب آچکا۔“ عربوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ قرآن ان کی زبان میں ہے لیکن عرب میں ایک بھی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اللہ کا دین نافذ ہو۔ مجرم نمبر ون عرب ہیں ان کی پٹائی تو ہونی ہے۔ دوسرے مجرم ہم مسلمانان پاکستان ہیں۔ یہ سیلاب، طوفان، مہنگائی اور طرح طرح کے عذاب ہم پر کیوں آرہے ہیں؟ ہم نے اسلام کے نام پر ملک لیا لیکن اسلام سے ہم نے بے وفائی اور غداری کی۔ یہ ہمارا جرم ہے۔

پاکستان کا کردار

کل ایک صحافی نے مجھ سے پوچھا: پاکستان کی کیا پالیسی ہونی چاہیے؟ میں نے کہا: پاکستان کی پالیسی پہلے دن سے طے ہے۔ قائداعظم کے الفاظ ہیں کہ اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے۔ اگر اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ظلم کرے گا تو ہم پاکستان سے جواب دیں گے۔ آج ہر سرکاری دفتر کے اندر قائداعظم کی تصویریں تو لگا رکھی ہیں، کیا قائداعظم تصویریں یا نوٹ بنانے کے لیے رہ گئے؟ کیا قائداعظم کی پالیسی پاکستان کی پالیسی نہیں ہونی چاہیے۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو دورہ امریکہ کے دوران یہودیوں نے پیش کش کی تھی تو انہوں نے دندان شکن جواب دیا تھا: "Gentlemen! our souls are not for sale"۔ پھر 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ عربوں کو ہم نے ہرا دیا۔ ہمارا اصل نظریاتی دشمن پاکستان ہے۔ پاکستان کے پاس آج میزائل ٹیکنالوجی ہے، ایٹمی قوت ہے مگر ڈالرز کے عوض اپنی روح، ایمان اور اپنی آزادی بیچنے والے یہ کام نہیں کر سکتے۔

ہماری ذمہ داریاں

ہم اللہ سے دعا تو کر سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے میچوں کی سکریننز کو چھوڑ دیں۔ اللہ کے سامنے روئیں، گڑگڑائیں۔ کیا آج خون میں تڑپتے ہوئے فلسطینی بچوں کو دیکھ کر ہمیں اپنے بچے یاد نہیں آتے؟ ہم میں سے کتنوں نے تنہائی میں ان کے لیے دعا کی؟ جائزہ لیں۔ اللہ کے رسول ﷺ قنوت نازلہ کا اہتمام کرتے تھے۔ اس کا اہتمام کریں۔ احناف کے ہاں فجر کی نماز کے ساتھ باجماعت قنوت نازلہ ہے، کچھ فقہاء کے ہاں تمام نمازوں کے ساتھ ہے۔ جو جس فقہی مسلک پر عمل کرتا ہے اس کے مطابق دعا کرے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرۃ:45) ”اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔“

نماز تو فرض ہے۔ یہ امت نماز کے لیے اٹھنے کو تیار نہیں مظلوم فلسطینیوں کی کیا مدد کرے گی؟ فرض نمازوں کے ساتھ نوافل کا اہتمام کریں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ ہے۔ اللہ کی مدد سرکشوں اور باغیوں کے لیے نہیں بلکہ متقین کے لیے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:
﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ﴾ (النحل) ”یقیناً اللہ اہل تقویٰ اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“

گناہوں کو چھوڑیں گے تو اللہ کی مدد متوجہ ہوگی۔ اپنے نوجوانوں اور بچوں کو فلسطین کی تاریخ پڑھائیں۔ یہود کی تاریخ، اُمت کا درد، جہاد کا شوق دلائیں۔ آج اسرائیل کا بچہ بچہ عسکری تربیت حاصل کر رہا ہے لیکن ہماری نسلوں کو پب جی، فحاشی، عریانی اور منشیات کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اُمت مسلمہ اپنے بچوں کو شوق شہادت دلاتی تھی۔ خدارا! اپنی نسلوں کا عقیدہ اور ایمان درست کریں۔ پھر جہاں جہاں آواز بلند ہو سکتی ہے پر امن مظاہروں، کالموں، ویڈیوز وغیرہ کے ذریعے آواز بلند کریں۔ یقیناً عوامی پریشر سے فرق پڑتا ہے۔ پاکستان کی ایک بڑی شخصیت نے صبح بیان دیا کہ حماس کو انسانی حقوق کا خیال رکھنا چاہیے لیکن جب عوام کا پریشر آیا تو شام کو بیان بدل گیا کہ ہم فلسطینیوں کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح اپنے حکمرانوں، افواج کو غیرت دلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ہمارے بس میں ہے، ہم یہ کر سکتے ہیں۔ مستقبل کے منظر نامہ میں بڑی ہلاکتیں ہیں۔ آرمیگاڈان ((الملحمۃ العظمیٰ)) جیسی بڑی جنگوں کا میدان سجے گا لیکن بالآخر اللہ کا دین غالب ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں موجود ہیں۔ خراسان سے لشکر جانے کا ذکر موجود ہے۔ لیکن یہاں ہم آج دین کو غالب کریں گے تو یہاں سے کوئی اسلامی لشکر جا سکے گا۔ اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمارے مظلوم بھائیوں، بہنوں، بچوں اور بوڑھوں کی مدد کرے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

زمانہ گواہ ہے

جو لوگ اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس سے تجارت کرنے کی بات کرتے ہیں ان کو سمجھ جانا چاہیے کہ اسرائیل کبھی بھی گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر سمجھوتا نہیں کرے گا: ایوب بیگ مرزا

مسجد اقصیٰ کا پیغام یہی ہے کہ اس کے تحفظ کی خاطر پوری دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں: آصف حمید

حالات تیزی سے الملحمۃ الکبریٰ (آرمیگاڈان) کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

اسرائیل فلسطین جنگ: وجوہات اور نتائج کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: حماس نے اسرائیل پر حملہ کر کے اسرائیل بلکہ پوری دنیا کو حیران و پریشان کر دیا۔ کیا حقیقت میں یہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا blunder ہے یا پھر نائن الیون طرز کا ڈرامہ رچا کر عرب کے مسلمانوں کو کچلنا مقصود ہے؟

رضاء الحق: کچھ عرصہ سے لگ رہا تھا کہ امت مسلمہ، فلسطینی مسلمانوں اور اسلام کا دیرینہ مسئلہ، مسئلہ فلسطین پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ چند ہفتے پہلے جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو نے گریٹر اسرائیل کا نقشہ پیش کیا تو ساتھ سعودی ولی عہد بھی کھڑے تھے۔ اُن کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی باتیں بھی سامنے آ چکی تھیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلسطینیوں کو مائنس کر کے مڈل ایسٹ کا ایک نیا نقشہ سامنے آ رہا تھا۔ ظاہر ہے جن کے ساتھ یہ ظلم ہو رہا ہے انہوں نے اس کا ردعمل دینا ہی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکنالوجی، نگرانی، آرٹیفیشل انٹیلی جنس اور فوجی طاقت کے لحاظ سے اسرائیل کا شمار دنیا کے طاقتور ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ Five Eyes کے نام سے چند ممالک کے انٹیلی جنس نیٹ ورک نے پہلے سے اشارہ دے دیا تھا۔ یہ وہی انٹیلی جنس ہے جس نے چند ہفتے قبل کینیڈا میں سکھ رہنما کے قتل میں انڈین ایجنسی را کے ملوث ہونے کے ثبوت فراہم کیے تھے۔ لہٰذا ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی نائن الیون کے طرز کا ایک false flag ہو جس کا مقصد گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو آگے بڑھانا ہو۔ عربوں کی زمینوں پر مزید قبضہ ہو۔ گریٹر اسرائیل منصوبے کا پہلا قدم یہی ہے کہ فلسطینیوں کو وہاں سے نکال دیا جائے۔ عرب حکمرانوں کا رجحان بھی اسرائیل کی طرف بڑھ رہا تھا، اس کے ساتھ ان کی انٹیلی جنس شیئرنگ بھی جاری تھی، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بھی کام کر رہے تھے۔ تاریخ میں ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ فلسطین کاز کے لیے کام کرنے والے بعض لوگ بھی ڈبل ایجنٹ کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ ان ساری باتوں کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی نائن الیون طرز کا ڈراما تھا۔ جبکہ دوسری طرف کے شواہد بھی موجود ہیں

مرتب: محمد رفیق چودھری

کہ اس حملہ میں اسرائیل کا جتنا جانی نقصان ہوا ہے 1948ء کے بعد سے اب تک نہیں ہوا تھا۔ اس حملے میں ایک رپورٹ کے مطابق 1500 اسرائیلی ہلاک ہوئے ہیں اور ہزاروں زخمی ہیں۔ تقریباً 500 کے قریب عسکری تربیت یافتہ اسرائیلی گرفتار ہوئے ہیں جن میں اہم فوجی عہدیدار بھی شامل ہیں۔ اسرائیل کو بڑا ہی Secure ملک گردانا جاتا تھا مگر اس حملے کی وجہ سے اس کی سکیورٹی کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ اس بنیاد پر بعض حلقوں کی جانب سے کہا جا رہا ہے کہ اسرائیل اتنا بڑا رسک ایک false flag حملے کے لیے نہیں لے سکتا۔ اب اس کے جواب میں اگر اسرائیل سخت ایکشن لیتا ہے تو تب بھی اس کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے آئے گا۔ دونوں صورتوں میں اس کا امیج خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ مڈل ایسٹ میں پلان جو چل رہا تھا، خاص طور پر سعودی عرب کے ساتھ اس کے معاملات اب فوری طور پر ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔ پھر یہ کہ بعض رپورٹس کے مطابق اس حملے کی پلاننگ حماس نے دو سال میں کی ہے جس میں زمین، فضا اور سمندر سے بیک وقت حملہ شامل تھا اور اس کے لیے ڈرونز، پیرا گلائیڈز اور سائبر سکیورٹی کو بھی استعمال کیا گیا۔ اس حملے کی حقیقت سے تو تاریخ ہی پردہ اٹھائے گی۔

سوال: حماس نے جب اسرائیل پہ حملہ کیا ہے تو پورا عالم کفر اسرائیل کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ امریکی صدر نے کہا کہ ہم یہودی ریاست کا ہر حد تک ساتھ دیں گے، امریکہ نے اپنا بحری بیڑا بھی روانہ کر دیا ہے۔ دوسری طرف عالم اسلام صرف مذمت کی حد تک محدود ہے۔ کیا صرف مذمت کرنے سے دنیا میں کہیں ظلم رکا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میری اطلاع کے مطابق یہ مذمت بھی اتنی کھل کر نہیں ہو رہی۔ صرف دو ممالک کی طرف سے کھل کر بیان دیا گیا ہے۔ ان میں ایک افغانستان اور دوسرا ایران ہے۔ باقی مسلم ممالک نے جو مذمت بھی کی ہے وہ بڑی ہی بودی ڈھیلی ڈھالی قسم کی مذمت ہے۔ یعنی وہ صحیح طرح کی مذمت بھی نہیں ہے۔ اصل میں جب دنیا پرستی چھا جاتی ہے اور صرف اپنی کرسی، اقتدار اور دولت تک سوچ محدود ہو جاتی ہے تو پھر حق اور باطل کی تمیز بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودی اللہ کے باغی ہیں ان کی پوری تاریخ سرکشیوں سے بھری پڑی ہے مگر دوسری طرف ہم اپنا جائزہ لیں کہ آج مسلمانوں کا قرآن پر کتنا عمل ہے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ آج مسلمان بھی بغاوت میں یہودیوں سے کم نہیں ہیں۔ اگر ہم نے اللہ کا دامن تھاما ہوتا تو پھر بات اور تھی۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ

میں پاکستان نے اپنے پائلٹ بھیجے تھے اور انہوں نے سو فیصد رزلٹ دیا تھا۔ آج پاکستان کے پاس میزائل ٹیکنالوجی ہے مگر نتیجہ صفر ہے۔ جہاں تک دیگر مسلم ممالک کا تعلق ہے تو ان میں سے کسی کے پاس تیل کی دولت ہے، کسی پاس گیس ہے، کسی کے پاس تجارت ہے۔ اگر یہ سب مل کر یورپ کو ایک جھٹکا دیں تو وہ ان کے قدموں میں آ گرے گا لیکن یہ ہمت کرے کون؟ سب کو اپنا اقتدار پیارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تمام مسلم حکمران بےبس ہیں۔ حماس اور اسرائیل میں طاقت کا کوئی موازنہ ہی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود حماس نے بہادری دکھائی ہے۔ اس کے جواب میں اللہ نہ کرے جیسا کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل خدانخواستہ غزہ کو ملیامیٹ کر دے گا۔ اگرچہ اللہ بچانے والا ہے اور کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر یورپ اور امریکہ اسرائیل کی کھل کر مدد کر رہے ہیں اور دوسری طرف مسلم حکمران ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہے تو خدشہ ہے کہ غزہ پر اسرائیل کا قبضہ ہو جائے گا۔ حالانکہ مسلم حکمران، خاص طور پر امیر مسلم ممالک کے حکمران یورپ کو صرف دھمکی ہی دے دیں تو یہ معاملہ رک سکتا ہے۔ بہرحال اللہ کرے کہ مسلمانوں کے لیے اس شر میں سے خیر برآمد ہو جائے۔

> صرف دو ممالک (افغانستان اور ایران) کی طرف سے کھل کر اسرائیل کے خلاف بیان دیا گیا ہے۔ باقی مسلم ممالک نے جو مذمت بھی کی ہے وہ بڑی ہومیوپیتھک قسم کی مذمت ہے

سوال: حماس کے ایک الائیڈ گروپ کے سربراہ نے بیان دیا ہے کہ ہم نے اسرائیل پہ حملہ نہیں کیا بلکہ اسرائیل سالہا سال سے فلسطینیوں پر جو مظالم ڈھا رہا تھا اور مسجد اقصیٰ پر جو حملے کر رہا تھا اُس کا جواب دیا ہے۔ کیا حقیقت میں یہ بات درست ہے؟

آصف حمید: میں یہ کہوں گا کہ یہ بہرحال مڈل ایسٹ کا نائن الیون ہے۔ لیکن اب حالات اس طرف جا رہے ہیں جس کی خبریں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دی ہیں اور اس کی دلیل میں یہ پیش کرتا ہوں کہ قربِ قیامت اور دورِ فتن کی تقریباً تمام کی تمام علامات اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، چند ایک رہ گئی ہیں۔ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ آخری دور کا معرکہ درپیش ہے۔ جو واقعہ رونما ہوا ہے اس حوالے سے دو رائے ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اسرائیل کا نائن الیون طرز کا (False Flag) منصوبہ تھا تاکہ دنیا کے اندر اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کا اس کو موقع مل جائے۔ یہ یہود کا ایک مستقل ٹول رہا ہے، جیسا کبھی ہولو کاسٹ کی بنیاد پر خود کو مظلوم ظاہر کر کے دنیا کی حمایت حاصل کی۔ اسی طرح یہود اب مزید فلسطینی علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ پوری دنیا کا میڈیا ان کے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ رائے عامہ کو موڑنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ ان کی پلاننگ ہے تو پھر یہ ان کا بہت بڑا قدم ہوگا کیونکہ جو نقشہ نتن یاہو نے جنرل اسمبلی میں دکھایا تھا اس میں فلسطینی مسلمان کہیں بھی موجود نہیں تھے۔ یہ نقشہ دکھا کر گویا اس نے دنیا کو بتا دیا کہ ہم یہ کرنے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران) ”اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔“

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہود یہ چاہتے ہیں کہ فلسطینی مسلمانوں کے حملے دنیا کو دکھا کر وہ ان کے خلاف آپریشن کریں جس کے بعد پورے فلسطین پر اسرائیل کا قبضہ ہو جائے۔ اس بہت بڑے جال کے لیے یہود نے قربانیاں بھی دی ہیں تاکہ وہ دنیا کے سامنے سچے بن سکیں۔ لہٰذا بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نائن الیون کی طرح کی ایک گریٹ گیم ہے۔ اس کے بعد امریکہ اور بھارت تو فوراً اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہیں۔ اسرائیل نے اتنے عرصہ فلسطینیوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں، مسلمان عورتوں، بچوں کو شہید کیا ہے، مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی ہے اس پر کوئی بات نہیں کرتا۔ نہ ہی مظلوم کشمیریوں پر بھارتی مظالم کا کوئی ذکر کرتا ہے۔ اب یہ تینوں بڑے ظالم ملک اکٹھے ہو کر جب مسلمانوں کا قتل عام کریں گے اور مسلمانوں کی طرف سے جب شدید ری ایکشن آئے گا تو اس کے بعد مسلم حکمرانوں کے پاس دو راستے ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ عوام کے ری ایکشن کو بزورِ قوت دبائیں گے مگر نہیں دبا سکیں گے۔ دوسرا یہ کہ انہیں عوام کے پریشر میں آ کر اسرائیل کے خلاف کھڑا ہونا پڑے گا۔ گویا اب وہ سٹیج تیار ہونا شروع ہو چکا ہے جس کی قربِ قیامت کی علامات میں نشاندہی کی گئی ہے۔

سوال: کیا حماس کا حملہ عربوں اور اسرائیل کے درمیان ہونے والے امن معاہدے میں خلل ڈالنے کی کوشش تو نہیں؟

رضاء الحق: امن کا تو ویسے ہی نام لیا جاتا ہے حقیقت میں وہ اسرائیل کی فتح کا معاہدہ تھا۔ اس میں سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کو ساتھ ملانے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن حماس کے حملے کے بعد وہ سمندر میں دفن ہو گیا ہے۔ اب جو صورتحال بنی ہے اس میں اسرائیل بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے کی کوشش کرے گا لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ آزادی کی کسی بھی تحریک کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ آزادی کی رمق لوگوں میں بہرحال باقی رہتی ہے۔ اگرچہ اکثر مین سٹریم میڈیا یہودیوں کے کنٹرول میں ہے لیکن سوشل میڈیا پر یہود کا مکروہ چہرہ بھی دکھایا جا رہا ہے۔ یعنی ساری دنیا اسرائیل کے ساتھ نہیں ہے۔ چین اور روس نے سلامتی کونسل میں اس کا ساتھ نہیں دیا۔ حماس کے اس حملے کی وجہ سے وہ ٹریڈ روٹ بھی خطرے میں پڑ گیا ہے جو انڈیا سے شروع ہو کر براستہ عرب، اسرائیل، قبرص سے ہوتا ہوا یورپ تک جاتا تھا۔ اس میں بھی چین کی کامیابی ہے۔ روس کو بھی یوکرائن کے حوالے سے جواز مل چکا ہے کہ اگر یورپ فلسطینیوں کے حقوق کی بات نہیں کرتا تو یوکرائن کا ٹھیکیدار کیوں بنا ہوا ہے۔ روس اور چین کے اپنے علاقائی مفادات ہیں جن کے تحفظ کے لیے وہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ بھارت ایک عرصے سے ثابت کر چکا ہے کہ وہ اسرائیل کا فطری اتحادی ہے۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدۃ: 82) ”تم لازماً پاؤ گے اہلِ ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔“

ان کا گٹھ جوڑ اب کھل کر سامنے آ رہا ہے۔ مسلمان ممالک کو دیکھیں تو عمومی طور پر خاموش ہیں۔ عرب ممالک اسرائیل

کے آگے پیچھے جا رہے ہیں، جزی فلسطینیوں کی بات بھی کرتا ہے اور اسرائیل کے ساتھ بھی اس کے تعلقات ہیں۔ کئی ممالک اس انتظار میں ہیں کہ سعودی عرب اسرائیل کو تسلیم کرے تو ہم بھی کرلیں۔ پاکستان کی شروع میں پالیسی یہ تھی کہ اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے مگر اب پیچھے ہٹتے ہٹتے دو ریاستی حل کی تھیوری پر آگئے ہیں۔ بہرحال یہودی گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور قرب قیامت کے آثار واضح ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ تاہم اگر گریٹر اسرائیل بن بھی گیا تب بھی یہودی امن سے نہیں رہ سکیں گے ان کے خلاف کہیں نہ کہیں سے جنگ جاری رہے گی۔

سوال: سوائے حزب اللہ کے اس وقت کوئی بھی حماس کی عملی طور پر مدد نہیں کر رہا۔ اگر حزب اللہ اور حماس مل بھی جائیں تب بھی ان کی اسرائیل کے سامنے پوزیشن ان ننھے فلسطینی بچوں جیسی ہوگی جو اسرائیلی ٹینکوں کے سامنے غلیل لے کر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں حماس کا حالیہ حملہ فلسطین کاز کو فائدہ پہنچائے گا یا پھر نقصان اس پر آپ کیا کہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس سے پہلے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں ایک وضاحت کرنا چاہوں گا کہ مجھے نہیں لگتا کہ حماس کا یہ حملہ نائن الیون کی طرح کی کوئی چیز ہے کیونکہ اس میں اسرائیل کا بہت بڑا جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ میری سمجھ میں اسرائیل اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا کیونکہ یہودیوں کی آبادی کا تناسب پہلے ہی بہت کم ہے۔ اس لیے اسرائیل ایک یہودی کی جان بچانے کے لیے ہزار فلسطینیوں کو رہا کرتا رہا ہے۔ جہاں تک فلسطینی کاز کا تعلق ہے تو حماس کے اس حملے سے اس کو فائدہ پہنچے گا اگرچہ فلسطینیوں کو اس کی بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ فلسطین کاز کو فائدہ اس لحاظ سے پہنچا ہے کہ اس وقت ہر جگہ اور ہر سطح پر فلسطین کا ذکر ہو رہا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ کس پر ظلم ہو رہا ہے اور کون ظالم ہے۔ اسرائیل کی پشت پر امریکہ اور یورپ ہیں جو خود کو تہذیب یافتہ کہتے ہیں، یہ کیسی تہذیب ہے کہ غزہ کا اس قسم کا محاصرہ کیا ہوا ہے کہ وہاں خوراک اور پانی بھی نہیں پہنچنے دے رہے۔ مصر کا کردار بھی اچھا نہیں کیونکہ وہ اسرائیل کا باقاعدہ ساتھ دے رہا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق مصر نے ایک دن پہلے اسرائیل کو یہ رپورٹ دے دی تھی کہ آپ کے ساتھ یہ ہونے والا ہے۔ بہرحال ایک آغاز انہوں نے کر دیا ہے۔ اب اللہ جانے یہ جنگ کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ خدشہ یہی ہے کہ فلسطینیوں کو شہید کر کے غزہ پر قبضہ کرلیا جائے گا لیکن یہ جنگ کوئی اور رخ بھی اختیار کر سکتی ہے۔

سوال: اسرائیل کو ہمیشہ سے ہیومن ریسورس کا مسئلہ رہا ہے اس وقت بھی اس کی آبادی ٹوٹل ڈیڑھ کروڑ ہے۔ اس حملے میں اگر اسرائیل کا اتنا زیادہ جانی نقصان ہوا تو آپ کیا کہتے ہیں اس کے بدلے میں جو جنگ اسرائیل چھیڑے گا وہ الملحمۃ الکبریٰ کی طرف نہیں بڑھے گی جس کا اشارہ احادیث میں ہے؟

> **اب حالات اس طرف جا رہے ہیں جس کی خبر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دی ہے قرب قیامت اور دور فتن کی تقریباً تمام علامات اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں**

آصف حمید: اسرائیل کے سامنے اس وقت دو راستے ہیں۔ اس کا سعودی عرب کے ساتھ معاہدہ بھی چل رہا تھا۔ ایک راستہ یہ ہے کہ اسرائیل جنگ چھیڑنے کی بجائے اس معاہدے کو ترجیح دے اور دوبارہ مذاکرات کی طرف آجائے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ امن معاہدے کو ترک کر کے جنگ کی طرف بڑھے۔ میرے خیال میں اسرائیلی وزیر اعظم کے لیے اس وقت کوئی بھی فیصلہ آسان نہیں ہوگا۔ پیچھے ہٹنا اس کے لیے اس لیے ممکن نہیں ہے کہ اسرائیلی عوام اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اس لیے اب معاملات خواہی نخواہی کشیدگی اور جنگ کی طرف بڑھتے دکھائی دے رہے ہیں۔

رضاء الحق: الملحمۃ العظمیٰ بہت بڑی جنگ ہے لیکن اس کا کوئی نہ کوئی نقطہ آغاز ہوگا۔ بظاہر یہ معاملہ اس کا پیش خیمہ لگ رہا ہے۔ کیونکہ اسرائیلی حکومت پر اندرونی پریشر بہت زیادہ ہوگا۔ ان کے Rabbis کی طرف سے بھی اور عوام کی طرف سے بھی۔ ان کے rabbis ہمیشہ سیاستدانوں کو آگے کی طرف دھکیلتے رہتے ہیں کہ مسایاح کے آنے کا وقت قریب آرہا ہے لہٰذا کچھ کرو، آگے بڑھو۔ لہٰذا اب ان کی مجبوری بن جائے گی کہ وہ آگے بڑھ کر جنگوں کا سلسلہ شروع کریں۔ اگر عرب حکمرانوں نے ردعمل نہ دیا تو عرب عوام بھی اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں تختے بھی الٹ سکتے ہیں۔ بہرحال مسلمانوں کو مار بھی پڑنی ہے، حضرت مہدی کا ظہور بھی ہونا ہے اور دجال بھی نکلے گا۔ یہ سب ہونے کے لیے میرے خیال میں سارا سٹیج تیار ہو رہا ہے۔

سوال: یہودیوں پر ان کے مذہبی طبقے کی طرف سے بھی پریشر ہے اور وہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اہل اسلام کے لیے مسجد اقصیٰ کی پکار کیا ہے؟ اور حماس نے جو کیا ہے اس میں کیا پیغام ہے؟

آصف حمید: پہلی بات یہ ہے کہ یہودیوں کا جو بنیاد پرست مذہبی طبقہ ہے وہ اسرائیل کے قیام کے ہی خلاف ہیں۔ وہ آج بھی فلسطینیوں کے حق میں مظاہرے کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اسرائیل کی حکومت ان کے مسایاح نے قائم کرنی تھی جبکہ موجودہ اسرائیل کا قیام ایک شیطانی کام ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

ایک ہو مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

میں سمجھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کا پیغام یہی ہے کہ اس کے تحفظ کی خاطر پوری دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں۔ اصل میں یہ احساس اور بیداری کا وقت ہے۔ جب تک ہمارے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوگا کہ یہ آخرالزمان ہے، اب کچھ عرصے میں حق اور باطل کے گروہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ درمیانی راستہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ جتنا اس پر ہمارا ایمان اور یقین ہوگا اتنا ہی ہم بیدار ہوں گے۔ مگر یہ کہ ہم اپنے اعمال درست کریں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سب کچھ چھوڑ کر فلسطین کی طرف چلیں، اہم چیز یہ ہے کہ علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور ہمیں آنے والی صورتحال کے لیے بھی اور آخرت کے لیے بھی خود کو تیار کرنا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے توبہ استغفار کریں اور اس کے بعد ہم فلسطینی بھائیوں کے لیے دعا کریں، تہجد اور نوافل میں اس کا اہتمام کریں۔ دعا کا بھی ایک اثر ہے۔ یہ تو ہم میں سے ہر کوئی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں بحیثیت اُمت اکٹھا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس ضمن میں اپنے حکمرانوں کو بھی جگانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں شعور دلانا چاہیے کہ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد گزشتہ ایک سو برس سے ہمیں "divide and rule" کے تحت استعمال کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ نے واشنگٹن کو سجدہ گاہ بنا لیا اور کچھ نے ماسکو کو۔ اب قیام کا

وقت آیا ہے تو ہمیں اٹھنا چاہیے، اپنے معاملات کو درست کرنا چاہیے۔ پونے دو ارب مسلمان بہت بڑی طاقت ہیں اگر یہ سب متحد ہو جائیں تو دشمن کا منہ پھیر سکتے ہیں۔

سوال: زمینی حقائق یہ ہیں کہ پورا عالم کفر اس وقت مسلمانوں کے خلاف اکٹھا ہو چکا ہے۔ ہنگامی اجلاس بلائے جا رہے ہیں جبکہ ہماری OIC اور عرب لیگ ابھی تک نیند میں ہیں۔ آپ یہ فرمائیے کہ موجودہ صورتحال میں پاکستان کا موقف درست ہے اور تنظیم اسلامی اس حوالے سے حکومت وقت کو کیا مشورہ دے گی؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ اسرائیل سارے عالم اسلام کا دشمن ہے لیکن میرے نزدیک وہ پاکستان کا خصوصی دشمن ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے، اسلام کے نام پر بنا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ واحد ایٹمی مسلم ملک ہے۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے پیرس میں ایک تقریب میں کہا تھا کہ ہمارے نزدیک عربوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ان کو تو ہم کچل کر رکھ دیں گے البتہ پاکستان ہمارے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ حالانکہ اس وقت پاکستان ایٹمی طاقت نہیں تھا۔ آج تو وہ پاکستان کو زیادہ خطرہ سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اسرائیل کو تسلیم کرنے اور اس سے تجارت کرنے کی بات کرتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیے کہ یہودی کبھی بھی کسی مفاد کی خاطر گریٹر اسرائیل پر سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان ہے لہٰذا وہ پاکستان کو کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ اگرچہ اس وقت پاکستان سیاسی اور معاشی بحران کا شکار ہے لیکن اس کے باوجود اس پوزیشن میں ہے کہ اسرائیل کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ OIC کا اجلاس بلائے، عربوں کو ترغیب دے کہ تمہارے پاس تیل کا ہتھیار ہے۔ اس کو استعمال کرو، تجارتی محاذ پر یورپ کو سبق سکھائیں۔ ہماری وزارت خارجہ نے ابتداء میں جو بیان دیا تھا وہ انتہائی شرمناک تھا۔ ہمیں اس طرح کی بزدلی سے نکلنا چاہیے۔

آصف حمید: میرے ذہن میں سورہ فاطر کی یہ آیت آرہی ہے:

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ﴾ (آیت: 6) ”یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے چنانچہ تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو!“

یہی معاملہ اسرائیل کا ہے۔ وہ کبھی بھی پاکستان کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان کو معاشی اور سیاسی سطح پر کمزور کرنے کے لیے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال نہیں کیے گئے۔ پھر آئے دن کوئی نہ کوئی فساد اور انتشار پیدا کیا جاتا ہے۔ پس پردہ قوتوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ پاکستان اتنا کمزور ہو جائے کہ بالآخر اس سے ایٹمی اثاثے لے لیے جائیں۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے، اپنے دفاع اور اپنی استعداد کو بڑھانا چاہیے جس کا حکم اللہ بھی دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اپنے نظریہ کی طرف لوٹیں۔ اب وہ وقت آرہا ہے کہ حزب اللہ اور حزب الشیطان الگ الگ ہو جائیں گے۔ ہمیں اگر اللہ کی پارٹی میں شمار ہونا ہے تو اس کے لیے خود کو تیار کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے ساتھ کھڑے ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(5تا8اکتوبر2023ء)

جمعرات (05-اکتوبر) کو مرکزی اسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر خورشید انجم صاحب کے ہمراہ شیرافگن صاحب سے ملاقات کی۔ پھر شعبہ نظامت سے میٹنگ کی۔

جمعہ (06-اکتوبر) قرآن اکیڈمی لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز جمعہ ”امیر سے ملاقات“ پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔ پھر حلقہ لاہور غربی کے دورہ کے حوالے سے عصر سے مغرب 6 بزرگ رفقاء سے قرآن اکیڈمی میں ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب کاہنہ مارکی میں ”رسول اللہ ﷺ کی شان عبدیت و رسالت“ کے موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کیا۔ خواتین کا بھی باپردہ انتظام تھا۔ شرکاء کی کل تعداد 1300 سے زائد رہی۔ رات کا قیام قائم مقام امیر حلقہ کے گھر پر رہا۔

ہفتہ (07-اکتوبر) کی صبح PAC کالج میں پرنسپل صلاح الدین سے ملاقات کی۔ طلبہ سے سوال وجواب کے انداز میں گفتگو ہوئی۔ یہ پروگرام 9 بجے سے 10:20 بجے تک جاری رہا، جس میں 200 سے زائد طلباء وطالبات اور اساتذہ نے شرکت کی۔ 10:30 بجے قرآن اکیڈمی کی لائبریری میں 14 علماء کرام سے ملاقات کی۔ آخر میں علماء کو تنظیمی کتب تحفتاً پیش کی گئیں۔ اس کے بعد نماز ظہر سے قبل اور اس کے بعد 2 رفقاء سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔ بعد نماز عصر یونیک اکیڈمی میں ”اسوہ رسول ﷺ میں نوجوانوں کے لیے راہ عمل“ کے عنوان سے خطاب فرمایا، جو مغرب تک جاری رہا۔ اس میں رفقاء کے علاوہ 400 سے زائد طلبہ وطالبات اور اساتذہ نے شرکت کی۔ پھر قریبی مسجد میں بعد نماز مغرب امام صاحب کے اصرار پر مختصر گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں ایک رکن شوریٰ کے گھر پر حلقہ کے معاونین و مقامی امراء سے ملاقات کی جس میں باہمی تعارف اور سوال وجواب کی مختصر نشست ہوئی۔

اتوار (08-اکتوبر) کی صبح 08:30 تا 10:50 بجے حلقہ کے رفقاء سے قرآن اکیڈمی میں ملاقات کی۔ تعارف کے بعد رفقاء سے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ پھر مبتدی و ملتزم رفقاء نے بیعت مسنونہ کی، جس میں 400 سے زائد رفقاء شریک ہوئے۔ اس کے بعد حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات کی اور سوال وجواب کا سیشن ہوا۔ 110 ذمہ داران نے شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شیخوپورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد نماز عصر مقامی امیر شیخوپورہ جنوبی کے گھر پر 12 علماء کرام سے ملاقات کی۔ آخر میں تنظیمی کتب علماء کو تحفتاً دی گئیں۔ اس دوران نائب ناظم اعلیٰ شرقی زون اور امیر حلقہ بھی شریک رہے۔ بعد ازاں کراچی واپسی ہوئی۔ وہاں پر معمول کی مصروفیات رہیں۔

تجمل حسن میر صاحب سے فون پر ان کی ہمشیرہ کی تعزیت بھی کی۔ گھریلو اسرہ بحمد اللہ پابندی سے منعقد ہو رہا ہے۔

دوران عرصہ قائم مقام نائب امیر سے مستقل آن لائن رابطہ رہا۔

اب تمہاری باری ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک تہلکہ خیز دن وہ تھا جب گیارہ ستمبر 2001ء میں امریکا میں نہایت غیر متوقع حملے نے دنیا بدل کر رکھ دی تھی۔ اگلے بیس سال ساری عسکری قوت افغانستان کو زیر کرنے اور ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دینے کو جھونک دی گئی۔ 2021ء بالآخر ساری اجنبی طاقتوں کو نکال کر واپس اپنے اصل مقام پر لوٹ آیا۔ ابھی پورا شرم منتقل نہیں ہوا۔ دنیا آج بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کہ اس کی ساری تدبیریں الٹی پڑ چکیں، سارے گھمنڈ خاک میں مل چکے۔ افغانستان دوبارہ امارتِ اسلامیہ کی صورت لا الٰہ الا اللہ والا جھنڈا سر بلند کیے، معیشت کی بحالی میں غیر معمولی استقامت و محنت سے ایستادہ ایک زندہ حقیقت ہے!

ادھر مغربی دنیا کی گود میں 1948ء سے بیٹھا اپنا انگوٹھا اور فلسطینیوں کا خون چوستا لاڈلا اسرائیل، جسے میلی آنکھ سے دیکھنا منع ہے، یکا یک ایک طوفانی بلا میں گھر گیا۔ جتنے بھی طوفانی بگولے اٹھتے ہیں، ان کے نام امریکہ، یورپ میں رکھے جاتے ہیں۔ اسرائیل پر اچانک ٹوٹ پڑنے والی راکٹی یلغار کا نام حماس نے 'الاقصیٰ طوفان' رکھا۔ اسرائیل کی نہایت ہائی ٹیک مضبوط عسکری قوت، جس میں زمین، آسمان، سمندر چہار جانب کڑے پہرے کا بھاری بھرکم نظام ہے۔ حساس ترین آلات، ہمہ وقت چوکس نگرانی، لہریں گنتے، تصاویر لیتے کا ناقابلِ تسخیر انتظام ہے۔ جسے پر نہیں مار سکتی پوری دنیائے کفر کے اس لاڈلے کا آئرن ڈوم کا دفاعی نظام ہر فضائی ہتھیار کو مار گرانے کا مضبوط جدید ترین تحفظ فراہم کرتا ہے۔

مگر ایک انہونی ہو گئی۔ 7 اکتوبر کی علی الصبح کیا یک اسرائیل کی زمین، آسمان، سمندر سبھی دشمنی پر اتر آئے۔ 5 ہزار راکٹوں کی بوچھاڑ ہوئی (جو جدید اسلحہ ساز کارخانوں سے نہیں، فلسطینی گھروں میں بنے تھے!) پیرا گلائیڈرز، اسرائیلی فضاؤں پر اڑتے ابابیلی پرندے (ننھی رکشہ نما سواری کو پر لگے ہوئے!) اور موٹر سائیکلوں پر سوار بندوق بردار اسرائیل کو دم بخود کرنے آن اترے۔ دو ہزار کی تعداد میں ہفتہ بھر کے مذہبی تہوار کی آخری چھٹی کے دن جابجا بگولے آن اترے۔ جنوبی اسرائیل کی سارث خاردار مضبوط باڑ توڑ کر یلغار کر دی۔ ایک جگہ 8 موٹر سائیکل سوار جنگجو دھاتی دیوار میں سوراخ سے اندر جا گھسے۔ ایک موٹر بوٹ پر سوار مجاہد اسرائیلی فوجی اڈے کے ساتھ واقع قصبے پر چڑھ دوڑے۔ منہ اندھیرے پہلے 5 ہزار راکٹوں کی بوچھاڑ نے جنوبی اسرائیل سے تل ابیب تک (غزہ سے 70 کلومیٹر) دھماکوں سے انہیں ہلا مارا۔ آئرن ڈوم کی سٹی گم ہو گئی۔ وہ جو ناقابلِ تسخیر دفاع کی ضمانت جانا جاتا تھا! کیا ہوا؟ وہی سب کچھ جو 75 سالوں سے صرف فلسطینیوں کا مقدر تھا۔ پہلی مرتبہ مسلمانوں کے مسمار گھروں پر اپنی جنت بنانے والے آبادکاروں کے گھروں سے دھواں اٹھا، بڑی بلڈنگوں میں آگ بھڑکی۔ جنگ اسرائیل میں آ گھسی۔ ہزاروں گاڑیاں بھسم ہو گئیں۔ سڑکوں پر یہودیوں کی لاشیں بکھریں۔ پہلی مرتبہ اسرائیل نے وہ مناظر دیکھے جو آئے دن فلسطینیوں نے بھگتے۔ اب تک 1200 سے زیادہ اسرائیلی ہلاک بشمول 155 فوجی اور 3007 زخمی ہیں۔

اسرائیل کا واویلا ہے کہ حماس نے 22 مقامات پر حملہ کیا۔ یو این میں اسرائیلی سفیر چلا اٹھا: یہ ہمارا نائن الیون ہے! حماس قاتل دہشت گرد ہے! (اور تمہاری خونیں 78 سالہ دہشت گردی؟) بے تحاشا راکٹوں نے آئرن ڈوم کی کارکردگی وقتی طور پر معطل کر دی! واحد کار فرما قوت ایسے ایمانی معرکوں میں (جس کی بنیاد حق و باطل ہو) وہی ہے جسے جھٹلاتے دنیائے کفر ہلکان بلکہ ہلاک ہو گئی! 'پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ (اور مومنوں کے ہاتھ جو استعمال ہوئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی سے گزار دے، یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور اللہ کافروں کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ (ان کافروں سے کہہ دو) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا...... تمہاری جمعیت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو، تمہارے کچھ کام نہ آ سکے گی، اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔' (الانفال: 19)

انہیں پریشانی ہے کہ آخر ایسا کیونکر ہوا کہ غزہ کے چپے چپے اور فرد فرد کو چھانتے، جھانکنے والا اسرائیل اتنی بڑی بے خبری کا شکار ہو گیا؟ خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے۔ بلکہ ساری بجلیاں انہی پر جا گریں! اخوفناک عبرت ناک مناظر ظہور پذیر ہوئے۔ ایک جگہ صحرا میں رات بھر ناچتے جشن مناتے 3000 مرد و زن عیش و طرب میں ڈوبے، تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ اڑتے رکشوں پر سوار مسلح سورما آسمانی بلا بن کر اچانک ٹوٹ پڑیں گے۔ گویا شیاطین پر بوچھاڑ کرنے والے شہاب ثاقب ہوں۔ میوزک (مذہبی پارٹی تھی!) کی جگہ چیخیں، افراتفری میں فرار ہوتے (AP رپورٹ) 260 مارے گئے، کئی پکڑے گئے۔ حسنِ اتفاق یہ ہے کہ پیرا گلائیڈر کے پیراشوٹ کے رنگ کچھ قوسِ قزح کا تاثر لیے تھا، جو قہر بن کر ان پر ٹوٹ پڑے! (یہ رنگ LGBTQ نے چوری کر رکھے ہیں۔) مذہبی تہوار کے نام پر قلوط حیا باختہ رقص (یہودی ہیکل سلیمانی / مذہبیت کی آڑ میں اقصیٰ پر آئے روز حملہ آور ہیں۔) پر غضب کے بگولے آن گرے۔ ہاتھ جو اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ۔ یاد رہے کہ یہ دم دبا کر بھاگنے والے، فلسطینیوں کو دنیا بھر کے مہاجر کیمپوں میں دربدر کرنے والے قابض یہودی آبادکار ہیں۔

سرزمین کے اصل مکین، غزہ کی 25 میل لمبی 10 میل چوڑی پٹی پر 23 لاکھ یوں محصور کر دیے گئے ہیں کہ وہ سمندر، اسرائیل اور (دشمنی پر کمربستہ) سیسی کے مصر کی بدترین قید میں ہیں۔ اب ان کی یہ غیر معمولی یلغار ہوش گم کر دینے والی ہے۔ اسرائیل کے پشت پناہ بھی حیرت اور غم و غصے سے ہاتھ چبا رہے ہیں۔ فلسطینی شیر اسرائیلی فوجی گاڑیاں چلا کر غزہ لے آئے۔ ساتھ 150-200 اسرائیلی بشمول فوجی جن میں سینئر افسران بشمول میجر جنرل نمرود الونی پکڑے جو غزہ میں قید ہیں۔ (قیدی پکڑنے کا مقصد اپنے قیدیوں کو بدلے میں اسرائیلی جیلوں کی

رہائیوں کی قید سے چھڑانے کے لیے بھی ہے۔ جہاں نہایت کم عمر بچے، خواتین بھی اسرائیلی فوجیوں کو پتھر مارنے کے جرم میں قید ہیں!) جواباً اسرائیل نے اندھا دھند بزدلانہ (بمقابلہ فلسطینی شیر جنگجوؤں کے) فضائی حملوں سے غزہ میں رہائشی آبادیوں پر بمباری کرکے 1066 شہید اور 5184 زخمی کر دیے ہیں۔ یہ ان کے لیے کچھ نیا تو نہیں۔ اسرائیل نے 2008ء میں 23 دن تک، 2012ء میں 8 دن، 2014ء میں 50 دن، 2021ء میں 11 دن تک ان پر یکطرفہ حملے کیے۔ غزہ پر مسلط جنگوں سے شہادتوں، معذوریوں، علاج سے محرومی، بے روزگاری، بنیادی سہولیات (بجلی، پانی، گیس) کی بدترین قلت جیسی بلائیں پھیلی ہیں۔ غربت 2022ء میں 61.6 فیصد پر جا پہنچی۔ مگر پھر بھی وہ دہشت گرد ہیں، دنیا کی مظلوم ترین آبادی! یہ جو کچھ اسرائیل پر برسا ہے، 'حق خود ارادیت' اور سند کے سوا کچھ نہیں۔

پچھلے تمام حملوں میں فلسطینی ہزاروں میں شہید ہوئے اور اسرائیلی ہلاکتوں کی تعداد 6، 8 یا ایک آدھ مرتبہ زیادہ ہوئی بھی تو پچاس کے لگ بھگ۔ حماس کمانڈر محمد ضیف نے حملے بارے بیان دیا: ہم نے یہ کہنے کا فیصلہ کر لیا ہے کہ بس بہت ہو چکی۔ آج ہم نے قبضہ ختم کروانے کو سب سے بڑی جنگ چھیڑی ہے۔ زمین پر نسلی منافرت پر مبنی آخری حکومت کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ جواب ہے الاقصیٰ کی مسلسل بے حرمتی/تقدس پامال کرنے کا، آبادکاروں کے فلسطین پر بڑھتے حملوں کا۔

دوسری جانب اہم عرب ممالک کی طرف سے اسرائیل سے تعلقات بحالی کو مسلم عوام میں غم و غصے کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔ عوام کا موڈ فلسطینیوں کے حق میں اور اسرائیل مخالف بڑے مظاہروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بحرین میں 'اسرائیل کے لیے موت' بینر تلے، کویت میں 'صیہونی اللہ کے دشمن' نعروں کے ساتھ، ترکی میں تکبیروں کی گونج، یمن، اردن، لبنان، غرض مشرق وسطیٰ کا موڈ سمجھنا مشکل نہیں۔ غازی حماد، حماس ترجمان نے واضح طور پر کہا کہ یہ آپریشن عرب ممالک کے لیے ایک پیغام ہے کہ وہ اسرائیل سے تعلقات منقطع کریں۔ یہ ایک دشمن مملکت ہے ہمیں اسے روکنا ہے۔

یاد رہے کہ ابھی تو سعودی اور اسرائیل مل کر سبز کلمے والا سعودی جھنڈا، اور ستارۂ داؤد والا اسرائیلی جھنڈا شانہ بہ شانہ لہرا لہرا کر (قدامت پسند یہودیوں کے ساتھ موسیقی پر) رقص کرتے ویڈیو میں دیکھے گئے اور یہ بھاری سوال حماس نے کھڑا کر دیا! سعودی عرب سیاحوں کے شوق میں اپنے دروازے یہودی سیاحوں کے لیے کھولنے کو تعلقات بحال کرنے چلا تھا کہ فلسطینی ایمانی سیاحت پر کمربستہ ہو گئے۔ (اسلام میں سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے! اچھی سیاحوں میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد جیسے، ابن بطوطہ کو پیچھے چھوڑ گئے!) ان تعلقات کی بحالی کا نشہ نیتن یاہو کو چڑھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: 'ہم فلسطینیوں کو عرب ممالک سے تعلقات پر ویٹو کی اجازت نہیں دے سکتے!' فلسطینیوں نے بلا اجازت ہی دھماکہ خیز ویٹو کیا۔ سر پر راکٹ اولوں کی بارش مانند آ پڑے تو بولا: 'ہم فلسطینیوں پر جہنم کے دروازے کھول دیں گے'۔ تاریخی جواب بہ زبان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود ہے۔ 'ہرگز نہیں! ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں!' سو تعلقات بحالی ہم کے بھی راکٹوں نے پرخچے اڑا دیے! اسرائیل تذلیل کا بدترین دن 7 اکتوبر (امریکا کے لیے بھی المیہ)، وہ ہر اقدام یہ کہ افغانستان پر امریکی گھمنڈی حملہ بھی 7 اکتوبر 2001ء کو ہوا۔ 1973ء کا اسرائیل پر اچانک مصر و شام کا حملہ 6 اکتوبر کا تھا! تاریخ دہرائی جا رہی ہے!

کہاں ہیں عرب اور کہاں ہیں مسلمان!

ذوالفقار احمد چیمہ

غزہ کے مظلوم فلسطینیوں پر کوئی کیا لکھے اور اسے کیا عنوان دے؟ اسرائیل نے درندگی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔

چالیس لاکھ فلسطینیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لیے ان پر اوپر سے آگ اور بارود برسا رہا ہے اور نیچے ان کی بجلی اور پانی کے کنکشن کاٹ دیے ہیں۔

وہ ہمارے سامنے موت کے منہ میں جا رہے ہیں، مائیں معصوم بچوں کی لاشیں اٹھائے پکار رہی ہیں کہ "کہاں ہیں عرب اور کہاں ہیں مسلمان بھائی! دیکھو ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے!!" دکھ اور شرم کے مارے یہ مناظر دیکھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ نئی نسل اور نئے حکمران شاید نہیں جانتے کہ ہمارا فلسطینی بھائیوں کے ساتھ رشتہ کتنا پرانا ہے۔

1940ء میں قائداعظم نے دو قراردادیں منظور کرائی تھیں، ایک علیحدہ ملک پاکستان کے لیے اور دوسری فلسطینیوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کو اقوامِ متحدہ میں فلسطین کا Defecto وزیر خارجہ کہا جاتا تھا۔

تمام غیر جانبدار مبصرین کے بقول حماس کی کارروائی، اسرائیل کے بے پناہ مظالم کا قدرتی ردعمل اور اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کا حصہ ہے جس کی یو این او کا چارٹر اجازت دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حماس کا وہ پُراسرار کمانڈر کون ہے جس نے اسرائیل پر حملے کا منصوبہ تیار کیا پھر دنیا کے جدید ترین سیکیورٹی سسٹم کو روند ڈالا اور اسرائیل کے اندر گھس کر ان کی ملٹری پوسٹوں پر قبضہ کیا اور ایک میجر جنرل سمیت درجنوں فوجیوں کو قیدی بنا لیا۔

باخبر ذرائع کے مطابق اس حیرت انگیز آپریشن کا منصوبہ ساز حماس کا طلسماتی کردار اور کرشماتی کمانڈر محمد ضیف ہے جو اس آپریشن کی منصوبہ بندی پچھلے دو سالوں سے کر رہا تھا اور جس نے خود اس کا نام "طوفان الاقصیٰ" رکھا تھا۔

محمد ضیف نے اس آپریشن کا فیصلہ اسی وقت کر لیا تھا جب مئی 2021ء میں اسرائیل نے مسلمانوں کے قبلۂ اوّل مسجد الاقصیٰ کی بے حرمتی کی تھی۔ جب ٹی وی اسکرینوں پر دکھایا گیا کہ اسرائیلی فوجی رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں عبادت کے لیے آنے والے فلسطینی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، عورتوں کو بندوقوں کے بٹ اور ٹھڈے مارے گئے، بوڑھوں کو بے دردی سے لٹا کر ان پر تشدد کیا گیا اور گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا گیا۔

ٹی وی اسکرینوں پر وہ مناظر دیکھ کر دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی، کچھ عرب نوجوانوں نے اس پر تحریر وتقریر کے ذریعے ردعمل کا اظہار کیا مگر محمد ضیف جیسے مجاہد نے اس کا عملی جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ عالمی میڈیا کے مطابق اسرائیلی فوج اور اس کے خفیہ ادارے محمد ضیف کو جان سے مارنے کی سات بار کوشش کر چکے ہیں۔

اس پر آخری حملہ 2021 میں کیا گیا تھا، وہ بچ گیا لیکن ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ چونکہ اسرائیلی خفیہ ایجنسیاں اس کا پیچھا کر رہی ہیں اس لیے وہ خود منظر عام پر نہیں آتا اور شاید ہی کبھی کسی نے اس کی تصویر دیکھی ہو۔ اس نے کبھی کسی مجمع سے خطاب نہیں کیا مگر فلسطینیوں کا بچہ بچہ اس کا نام جانتا ہے کیونکہ وہ ان کا ہیرو ہے۔

ذرائع بتاتے ہیں کہ 2014 میں اسرائیل کے ہوائی حملے میں اس کی بیوی، سات ماہ کا بچہ اور تین سال کی بیٹی تینوں شہید ہو گئے تھے۔ اب تازہ حملوں میں اسرائیل نے اس کے والد کے گھر پر بمباری کی ہے جس سے اس کا بھائی اور دوسرے فیملی ممبر شہید ہو گئے ہیں۔

ٹی وی اسکرینوں پر مختلف مناظر سامنے آ رہے ہیں، ایک نوجوان کسی اینکر سے بات کر رہا ہے کہ ”غزہ جو ملبے کا ڈھیر بن گیا ہے، کہنے کو ایک انسانی بستی ہے جہاں بیس لاکھ انسان رہتے ہیں مگر دراصل وہ ایک بڑی جیل ہے۔

جہاں سودا سلف کے لیے گھر سے نکلنے والوں کو اسرائیل کی قائم کردہ درجنوں چیک پوسٹوں سے گزرنا پڑتا ہے جہاں اسرائیلی فوجی فلسطینی عورتوں اور بچوں کو بھی دہشت گرد سمجھ کر کتوں کے ذریعے ان کی تلاشی لیتے ہیں۔ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ایک بوڑھی خاتون جو پاؤں گھسیٹتے ہوئے چل رہی تھی چیک ناکے پر تلاشی کے دوران گر پڑی جسے اسرائیلی فوجی نے ٹھڈے مار کر ایک طرف دھکیل دیا۔

یہ پہلا واقعہ نہیں یہ تو معمول ہے اور یہاں کے مکین کئی دہائیوں سے یہ عذاب سہہ رہے ہیں۔ وہ حقیقت میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔

مگر اس سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ ان کی چیخیں دنیا کے کسی ایوان تک نہیں پہنچ رہیں، انسانی حقوق کا کوئی نام لیوا ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے تیار نہیں، کوئی ملک ظالم کا ہاتھ روکنے کی جرأت نہیں کرتا۔“ یہ کسی فلسطینی کی فریاد نہیں بلکہ ایک یہودی صحافی کے الفاظ ہیں جو کل ایک ٹی وی چینل پر تجزیہ کر رہا تھا۔

ایک اور منظر سامنے ہے اپنے مکان کے ملبے پر کھڑا ایک روتا ہوا معصوم بچہ پکار رہا ہے: ”میری امی، ابو اور بھائی کو اسرائیل کے بموں نے مار دیا ہے۔ کوئی ہے جو ہماری مدد کے لیے آئے۔“ اس کی پکار پتھر کے دل بھی پاش پاش کر دے مگر مسلم دنیا کے حکمران غلامی کا کمبل اوڑھ کر بے حس پڑے ہوئے ہیں۔

اس پکار کا جواب صرف آئرلینڈ کی پارلیمنٹ سے آیا جس میں ایک وزیر نے کھڑے ہو کر کہا ”میں آئرلینڈ کے عوام کی طرف سے مظلوم فلسطینی بچے کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں“ اسلامی ممالک سے صرف ایک آواز سنائی دی ہے کہ ”اگر یروشلم ہم سے چھن گیا تو پھر جکارتہ، استنبول اور اسلام آباد بھی ہمارے پاس نہیں رہیں گے، اور اگر استنبول اور اسلام آباد نہ رہے تو پھر مکہ اور مدینہ بھی نہیں رہے گا“ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آواز ترکی کے جرأت مند لیڈر طیب اردوان ہی کی ہو سکتی ہے۔

اردوان کے مرحوم قائد اربکان نے کہا تھا کہ ”ڈیڑھ ارب مسلمان آسمان کی طرف منہ کیے ابابیلوں کے منتظر ہیں کہ وہ آ کر انہیں چھوٹے سے ملک اسرائیل سے بچائیں۔ یاد رکھو اس بار اگر ابابیلیں اتریں تو وہ اسرائیل پر نہیں مسلمانوں پر پتھر برسائیں گی۔“

مظلوم فلسطینی باشندوں پر جب اسرائیل نے ظلم اور بربریت کے پہاڑ توڑ ڈالے تو خود اسرائیل سے اور دنیا بھر کی یہودی کمیونٹی سے ایسی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی ہیں جو کھل کر اسرائیل اور اس کے سرپرستوں کی مذمت کر رہی ہیں۔

ایک یورپی ملک کا سابق وزیر کہہ رہا ہے ”اس صورتحال کے بڑے مجرم ہم ہیں یعنی یورپ اور امریکا جو ظالم کو روکتے نہیں اور انسانوں پر اتنا ظلم دیکھ کر بھی نہ صرف خاموش ہیں بلکہ ظالم کی مدد کر رہے ہیں جس طرح امریکا اور یورپ نے ساؤتھ افریقہ میں نسل پرست حکومت کا خاتمہ کیا تھا۔

اسی طرح اسرائیل کی نسل پرست حکومت کا خاتمہ کرے، تب ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا ہو گا۔“ حق اور باطل کے حلیف اور حریف واضح ہو کر سامنے آ گئے ہیں، خود امریکا اور یورپ میں فلسطینیوں کے حق میں بہت بڑے بڑے جلوس نکل رہے ہیں اور مشرق میں اسرائیل کی ظالم اور نسل پرست حکومت کا کوئی ہمنوا بنا ہے تو وہ ہندو توا کے علمبردار بھارت کے حکمران ہیں۔

سات اکتوبر نے تمام کرداروں کے نقاب اتار دیے ہیں، ایک طرف مسلم ممالک کے حکمرانوں کی بے حسی کھل کر سامنے آئی ہے اور دوسری جانب نام نہاد ”مہذب“ مغرب کا شدید تعصب اور نسل پرستی پوری طرح بے نقاب ہو گئی ہے“ امریکا اور یورپ فلسطینی بچوں کا قتل عام جائز سمجھتا ہے، ان پر بارود اور آگ کی بارش کو درست قرار دیتا ہے۔

ان پر بجلی اور پانی بند کرنا اسرائیل کا حق سمجھتا ہے، وہ چالیس لاکھ فلسطینیوں کو انسانوں کا بنیادی حق دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ انہیں انسان سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں کیونکہ ان کی نسل اور عقیدہ مختلف ہے۔

حیرت ہے کہ ایسی سوچ کے حامل لوگوں کو ہم حقارت سے دیکھنے کے بجائے اپنے سے برتر سمجھتے ہیں اور ان کی تہذیب کی نقالی کرتے ہیں جو ہمارے بدترین احساسِ کمتری کا غماز ہے۔ مشرق کے بے مثل شاعر سو سال پہلے مسلمانوں کو متنبہ کر گئے تھے کہ ان سے خیر کی امید مت رکھو کہ ان کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے۔

ان کا چہرہ سفید ہے مگر ان کا اندرون چنگیز سے تاریک تر ہے اور ان کی دانش اور حکمت دراصل ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری کے سوا کچھ نہیں۔ جب مجرموں کی نشاندہی ہو رہی ہے تو یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ ہم خود بھی مجرم ہیں جو اپنی موج مستیوں اور اپنے میلوں ٹھیلوں میں مست ہیں اور ہمیں اپنے مظلوم بھائیوں کے مصائب اور دکھوں کا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔

بہرحال فوری طور پر کرنے والے کام یہ ہیں کہ او آئی سی کا سربراہی اجلاس بلایا جائے جو امریکا اور یورپ پر دباؤ ڈال کر اسرائیل کی درندگی کو رکوائے۔ اور ریڈ کراس جیسی تنظیموں کے ذریعے طبی امداد، پینے کا پانی، خوراک اور خیمے فوری طور پر غزہ بھیجنے کا انتظام کرے۔ تمام مسلم ممالک اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کریں اور اس سے ہر قسم کی تجارت بند کر دیں۔ تمام مسلم ممالک اسرائیلی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

ایک بات بہرحال یقینی ہے کہ 17 اکتوبر نے مشرق وسطیٰ ہی نہیں پوری دنیا میں تبدیلی کی دستک دے دی ہے۔ فلسطینیوں کی قربانیوں اور ان کے خون میں آزادی کی چمک نظر آتی ہے کہ مسلم ملت کا شاعر اور حکیم بتا چکا ہے کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔ ❁❁

فتنۂ فلسطین

سید ابوالاعلیٰ مودودی

اب درحقیقت جس چیز سے دنیائے اسلام کو سابقہ درپیش ہے وہ یہودیوں کا چوتھا اور آخری منصوبہ ہے جس کے لیے وہ دو ہزار سال سے بے تاب تھے اور جس کی خاطر وہ 90 سال سے باقاعدہ ایک اسکیم کے مطابق کام کرتے رہے ہیں۔

اس منصوبے کے اہم ترین اجزاء دو ہیں۔ ایک یہ کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کیا جائے، کیونکہ اس کی تعمیر ان دونوں مقامات مقدسہ کو ڈھائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ کہ اس پورے علاقے پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس منصوبے کے ان دونوں اجزاء کو ہر مسلمان اچھی طرح سمجھ لے۔

جہاں تک پہلے جز کا تعلق ہے اسرائیل اسے عملی جامہ پہنانے پر اسی وقت قادر ہو چکا تھا جب بیت المقدس پر اس کا قبضہ (1967ء) ہوا تھا۔ لیکن دو وجوہ سے وہ اب تک اس کام میں تامل کرتا رہا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اسے اور اس کے سرپرست امریکہ کو دنیائے اسلام سے شدید ردعمل کا اندیشہ ہے (یہ 50 سال پہلے کی بات ہے)۔ دوسرے یہ کہ خود یہودیوں کے اندر مذہبی بنیاد پر اس مسئلے میں اختلاف برپا ہے۔ ان کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ ہیکل کی تعمیر (مسیح ہی آ کر کرے گا، جب تک وہ نہ آ جائے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ (واضح رہے کہ مسلمان اور عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح مانتے ہیں، مگر یہودی ان کا انکار کرتے ہیں اور وہ ابھی تک مسیح موعود کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مسیح موعود وہی ہے جسے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسیح دجال قرار دیا ہے)۔ یہ ان کے قدامت پسند گروہ کا خیال ہے۔ دوسرا گروہ جو شدت پسند ہے اور جس کے ہاتھ میں دراصل اس وقت اسرائیل کے اقتدار کی باگیں ہیں، وہ کہتا ہے کہ قدیم بیت المقدس اور دیوار گریہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد ہم دور مسیحائی میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہی بات یہودی فوج کے چیف ربی نے تورات ہاتھ میں لے کر اس روز کہی تھی جب بیت المقدس کی فتح کے بعد وہ دیوار گریہ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ ”آج ہم ملت یہود کے لیے دور مسیحائی میں داخل ہو رہے ہیں۔“ انہی دو وجوہ سے مسجد اقصیٰ کو یک لخت ڈھا دینے کے بجائے تمہید کے طور پر اس کو آگ لگائی گئی ہے (اگست 1969ء) تاکہ ایک طرف دنیائے اسلام کا ردعمل دیکھ لیا جائے اور دوسری طرف یہودی قوم کو آخری کارروائی کے لیے بتدریج تیار کیا جائے۔

دوسرا جز اس منصوبے کا یہ کہ ”میراث کے ملک“ پر قبضہ کیا جائے۔ یہ میراث کا ملک کیا ہے؟ اس ضمن میں مڈل ایسٹ فورم کی ویب سائٹ پر موجود ڈینئل پائپز کا ایک مضمون موجود ہے جس میں اس نے یروشلم کمیٹی مورخہ 16 اپریل 1990ء میں ہونے والی تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں ان عزائم کا اظہار ہے کہ اس بارے میں کوئی دستاویزی، نقشہ یا تصویری ثبوت موجود نہیں کہ یہ عبارت Knesset پر لکھی ہے۔ اسرائیلی اس کی تردید کرتے ہیں۔

دنیا میں صرف اسرائیل ہی ایسا ملک ہے جس نے کھلم کھلا دوسری قوموں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ متین اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔ کسی دوسرے ملک نے اس طرح علانیہ اپنی جارحیت کے ارادوں کا اظہار نہیں کیا۔ اس منصوبے کی جو تفصیل صہیونی تحریک کے شائع کردہ نقشے میں دی گئی ہے اس کی رو سے اسرائیل جن علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ان میں دریائے نیل تک مصر، پورا اردن، پورا شام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی علاقہ اور جگر تھام کر سنیے مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔ اگر دنیائے عرب اسی طرح کمزور رہی جیسی آج ہے، اور خدانخواستہ دنیائے اسلام کا ردعمل بھی مسجد اقصیٰ کی آتش زدگی (1969ء) پر کچھ زیادہ مؤثر ثابت نہ ہو سکا تو پھر خاکم بدہن ہمیں وہ دن بھی دیکھنا پڑے گا جب یہ دشمنانِ اسلام اپنے ان ناپاک ارادوں کو پورا کرنے کے لیے پیش قدمی کر بیٹھیں۔

مسئلہ فلسطین کا آغاز عرب بدوؤں کی غداری کی وجہ سے خلافت عثمانیہ کی فوجوں کی پسپائی سے شروع ہوا۔ جنگ عظیم کے دوران ہی 16 مئی 1916ء کو حکومت برطانیہ اور فرانس کے درمیان خفیہ معاہدہ سائیکس۔ پیکوٹ معاہدہ طے پایا۔ جس میں دونوں ممالک نے جنگ عظیم اول کے بعد اور سلطنت عثمانیہ کے ممکنہ خاتمے کے پیش نظر مشرق وسطیٰ میں اپنے حلقہ اثر کا تعین کیا۔ اس معاہدے میں برطانیہ نے یہودیوں سے کیے گئے وعدے کی تکمیل کے لیے ”بالفور ڈیکلریشن مینڈیٹ کا علاقہ“ بطور فلسطین ایک الگ خود مختار ملک تخلیق کیا۔ میں ”حیفہ کے مشرق میں تاریخی طور پر لبنان کے علاقے سے لے کر ”دریائے جورڈن“ تک اور مصر صحرائے سینا سے متصل اور غزہ کو شامل کیا گیا تھا۔ اس کا دار الحکومت بیت المقدس (یروشلم) کو قرار دیا گیا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس وقت فلسطین کی حدود میں موجودہ اردن کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے یہ سارا علاقہ کبھی فلسطین نہیں کہلاتا تھا۔ فلسطین تاریخی طور پر ”دریائے اردن“ کے مغربی کنارے سے لے کر ”رام اللہ“، ”نابلس“، ”رملی“ اور ”یافا“ تک کا علاقہ کہلاتا تھا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ”مصیور وان“ اور ”غزہ“ تاریخ کے مختلف ادوار میں فلسطین کا حصہ رہے ہیں۔ البتہ ”ناصرون“، ”حیفہ“ اور ان سے اگلے علاقے تاریخی طور پر لبنان کا حصہ تھے۔ ”صحرائے سینا“ کا سارا علاقہ مصر کا حصہ تھا۔

9 دسمبر 1917ء برطانوی افواج کے کمانڈر جنرل ایلنبی کے ”بیت المقدس“ میں داخلے کے فوری بعد ہی ”بالفور ڈیکلریشن مینڈیٹ“ پر عمل شروع ہو گیا۔ 19 سے 26 اپریل 1920ء کے دوران اٹلی کے شہر ”سان ریمو“ میں ہونے والی عالمی کانفرنس میں دیگر ممالک کے ساتھ نئے تخلیق شدہ ملک فلسطین کی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ 10 اگست 1920ء کو معاہدہ سیورے (Treaty of Sevres) کے تحت ”اتحادی قوتوں“ نے ترکی سے اس آزادی کو تسلیم بھی کروا لیا۔ 11 ستمبر 1922ء کو ”لیگ آف نیشن“ نے الگ ملک فلسطین کے باضابطہ قیام کی منظوری دیتے ہوئے اسے ”برطانیہ کی تولیت“ میں دے دیا۔

”لیگ آف نیشنز کی فلسطین کی تولیت کی برطانوی مینڈیٹ ڈیڈ“ کے آرٹیکل 2 میں واضح طور پر درج ہے کہ ”برطانوی انتظامیہ لازمی ملک (فلسطین) کو

سیاسی، انتظامی اور معاشی طور پر ایسے حالات میں رکھنے کا ذمہ دار ہے جو یہودی قومی گھر کے قیام کی ضمانت دیتے ہوں"۔ ایسی دستاویز کے آرٹیکل 4 میں مذکور ہے۔ یہودی قومی گھر کے قیام اور فلسطین میں یہودی آبادی کے مفادات کو متاثر کرنے والے اور معاشی و معاشرتی امور اور دیگر معاملات میں فلسطین کے انتظامیہ کے ساتھ مشورے اور تعاون کرنے کے لئے "عالمی صیہونی ایسوسی ایشن" کو ایک عوامی ایجنسی کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ "عالمی صیہونی ایسوسی ایشن" کو برطانوی حکومت سے مشاورت سے وہ تمام ضروری اقدامات کرنے کی آزادی ہوگی جو ان تمام یہودیوں کے لیے مددگار رہوں جو یہودی وطن کے قیام میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔ آرٹیکل 22 میں درج ہے: "انگریزی، عربی اور عبرانی فلسطین کی سرکاری زبانیں ہوں گی، اور فلسطین میں استعمال ہونے والے ڈاک ٹکٹ یا کرنسی پر عربی میں لکھے جانے والے ہر فقرے یا تحریر کو عبرانی زبان میں دہرایا جانا چاہیے۔"

برطانوی دور میں یہودیوں کو فلسطین لانے کے لیے پوری دنیا میں ترغیبی مہمات چلائی گئیں۔ فلسطین ہجرت کرنے والوں کے لیے مراعاتی پیکج پیش کیے گئے۔ تمام بڑے بڑے یہودی ناموں نے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن اس کے باوجود یہودیوں کا ردعمل مایوس کن تھا۔ لیگ آف نیشن اور برطانوی انتظامیہ دونوں کے اعداد و شمار کے مطابق 1920ء اور 1945ء کے درمیان کل 33،304 یہودیوں نے یورپ، ایشیا، افریقہ اور امریکہ سے فلسطین ہجرت کی۔ جس کی وجہ سے نہ تو مقامی آبادی کے تناسب میں کوئی خاص فرق پڑا اور نہ ہی یہود، مسلم محاذ آرائی شروع ہوسکی۔

20 نومبر 1935ء میں برطانوی فوج نے معروف شامی مجاہد شیخ محمد عزالدین بن عبدالقادر القسام کو جنین کے قریب شہید کر دیا۔ جس پر فلسطینی مسلمان بھڑک اٹھے۔ برطانوی انتظامیہ کے خلاف جذبات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر صیہونی تنظیم نے برطانیہ کے حق میں مظاہرے کیے۔ اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والی تقاریر کیں۔ جن کی وجہ سے پہلی بار مسلمان یہود تصادم ہوئے۔

ان معمولی سے تصادم کو بنیاد بنا کر برطانوی حکومت نے یہودیوں کو مسلح کرنا شروع کر دیا۔ صیہونی تنظیم نے برطانوی فوج کے تعاون اور امداد سے مختلف علاقوں میں اپنے "اسٹرن اور ارگون" جیسے درجنوں گینگ بنا لیے۔

تشدد کی تحقیقات کرنے والے برطانوی انتظامیہ کے "رائل پیل کمیشن" کے اعداد و شمار کے مطابق 1936ء اور 1937ء کے 18 ماہ کے درمیان یہودی دہشت گرد گروپوں کے حملوں میں 5 ہزار فلسطینی عرب ہلاک اور 10 ہزار زخمی ہوئے۔ (مسلمانوں کا دعویٰ اس سے تین گنا زیادہ کا ہے) فلسطین میں مسلسل یہودی دہشت گردی کے نتیجے میں عالم اسلام خصوصاً عرب ممالک میں شدید جذبات سامنے آئے۔ جس سے مصر اور عراق میں بالخصوص برطانوی مفادات کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ برطانیہ نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لیے 1939ء میں یہودی کی مزید فلسطین ہجرت پر پابندی عائد کر دی۔ جس کے جواب میں صیہونی تنظیم نے برطانوی انتظامیہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان بغاوت میں کہا گیا کہ برطانیہ چونکہ یہود کے دشمن نازیوں سے برسرپیکار ہے اس لیے صیہونی براہ راست اُسے نشانہ نہیں بنائیں گے۔ بلکہ برطانوی انتظامیہ کے لیے کام کرنے والے مسلمان، ان کے اہل خانہ اور املاک صیہونی دہشت گرد تنظیموں کا ہدف ہوں گے۔ 1939ء سے 1945ء کے دوران ہزاروں مسلمان فلسطینی صیہونی دہشت گردی کا نشانہ بنے۔ دوسری طرف برطانوی انتظامیہ نے یہودی دہشت گردی کو کچلنے میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔

مسلمانوں کی بار بار کی اپیلوں کے جواب میں برطانوی افسران کا جواب ہوتا کہ جنگی حالات میں نیا محاذ نہیں کھولا جا سکتا۔ جنگ کے اختتام پر دہشت گردی کرنے والوں کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔ اسی دوران یورپ سے جنگ کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں یہودیوں کی ہجرت میں تیزی آ گئی۔ 1939ء سے 1945ء کے دوران 60 ہزار کے قریب غیر قانونی یہودی تارکین وطن یہودی فلسطین میں داخل ہوئے۔ جبکہ ایک لاکھ کے قریب یہودیوں کو اتحادی افواج نے پناہ گزین کے طور پر فلسطین پہنچایا۔

3 جولائی 1944ء کو برطانوی انتظامیہ نے اتحادی افواج میں یہودی بریگیڈ کے قیام کا اعلان کیا۔ کہا گیا کہ جو یہودی دہشت گردی میں ملوث نہ ہونے یا تائب ہونے کی یقین دہانی کرائیں گے وہ اس بریگیڈ میں بھرتی ہوسکتے ہیں۔ برطانیہ نے یہودی بریگیڈ کو اعلیٰ پائے کی عسکری تربیت دی اور انہیں اس وقت کے جدید ترین اسلحے سے لیس کیا۔

یہاں واضح رہے 1945ء کے اختتام تک، یہودی فلسطینیوں کی کل آبادی کا صرف 16 فیصد تھے اور ان کی ملکیت میں صرف 3 فیصد زمین تھی۔ یہودیوں کی ان کی اکثریت غیر قانونی تارکین وطن اور پناہ گزینوں پر مشتمل تھی۔

1946ء میں برطانیہ نے یہودی آبادکاری سے مکمل پاک اور گنجان مسلم آبادی والا علاقہ فلسطین سے کاٹ کر الگ ملک اردن بنا دیا۔ اور اُسے خلافت عثمانیہ سے غداری کرنے والے ہاشمی خاندان کے حوالے کر دیا۔ جہاں آج اردن کی بادشاہت قائم ہے۔ اردن کے فلسطین سے کٹ جانے سے آبادی کے تناسب میں خاصہ فرق پڑھ گیا۔ یہودیوں کی باقی ماندہ فلسطین میں تعداد 16 فیصد سے بڑھ کر تیس فیصد سے زیادہ ہوگئی۔

ایک لاکھ یہودیوں کو یورپ سے فلسطین منتقل کرنے اور مسلمان آبادی کا بڑا حصہ الگ کرنے کے خلاف مسلمانوں نے احتجاج اور ہڑتالیں کیں۔ جس کے جواب میں صیہونی دہشت گردی میں تیزی آ گئی۔ اس دہشت گردی میں برطانیہ کی زیر کمان یہودی بریگیڈ بھی شامل ہوتا چلا گیا۔ حالات کی خرابی کا بہانہ بنا کر 18 فروری 1947ء میں برطانوی کابینہ نے فلسطین سے دستبرداری اور معاملہ اقوام متحدہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپریل 1948ء کو حیفہ میں موجود شمالی سیکٹر کے برطانوی کمانڈر میجر جنرل ہیو اسٹاک ویل برطانیہ نے فلسطین سے اپنی فوجوں اور سول انتظامیہ کے انخلا کے موقع پر اسلحہ اور تنصیبات "یہودی بریگیڈ" کے حوالے کر دیں۔

برطانوی دستبرداری کے ساتھ ہی صیہونی تنظیم نے مسلمانوں کے قتل عام شروع کر دیا۔ صیہونی لیڈر اور اسرائیل کے پہلے صدر بن گوریان نے بیان جاری کیا کہ فلسطینی مسلمان یہودی ریاست کے لیے غدار (fifth columnist) بن سکتے ہیں، اس لیے انہیں بڑے پیمانے پر گرفتار ملک بدر کرنا ضروری ہے۔ گرفتار کرنے کی نسبت انہیں ملک بدر کیا جانا بہتر ہے۔

یہودی بریگیڈ کے کمانڈر اور بعد میں اسرائیلی افواج کے پہلے کمانڈر انچیف "مردوخائی مکلیف" نے حائفہ میں فلسطینیوں کی نسلی صفائی کی مہم کا آغاز کیا۔ اس

نے اپنے فوجیوں کو سیدھا اور آسان حکم تحریری طور پر جاری کیا تھا: ”جس بھی عرب سے آپ کا سامنا ہو اسے مار ڈالو۔ وہاں کا ذخیرہ سواد سے تمام جلنے والی اشیاء کو جلا دو۔“

فلسطین میں مسلمانوں کی نسلی صفائی کو ”آپریشن گینز“ کا نام دیا گیا تھا۔ جس میں یہودی بریگیڈ کے ساتھ ہاگاناہ، پاماخ اور ارگن جیسی صیہونی دہشت گرد تنظیمیں بھی شامل تھیں۔ ”حیفہ“ فلسطین کا پہلا بڑا شہر تھا جو صیہونی دہشت گردی کا نشانہ بنا۔ جہاں ایک بھی مسلمان کو رہنے نہیں دیا گیا۔ حیفہ دہشت گردی کا شکار دوسرا بڑا شہر بنا۔ اپریل 1948ء کو یہودی فوجوں نے ”دیریاسین“ کے علاقے میں قتل عام کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو مختلف دیہاتوں سے ایک جگہ جمع کیا گیا۔ خواتین کو سب کے سامنے زیادتی کا نشانہ بنایا، پھر بچوں کو الگ کر کے ذبح کیا۔ اور مردوں کو مشین گن کی گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ اس قتل عام سے معجزانہ طور پر بچ جانے والے 12 سالہ لڑکے ”فہیم زیدان“ نے عشروں بعد اپنی یادداشتیں شائع کرائیں تو دنیا کو اس کے بارے میں علم ہوا۔

کم تعداد یہودیوں کے لیے مسلمان اکثریت کو قتل کرنا ایک مشقت طلب کام تھا۔ جس میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اسرائیل کے پہلے صدر اور معروف کیمیادان بین گوریون نے ایک مہلک ہتھیار تیار کیا تھا جو فلسطینیوں کے کھیتوں اور مکانات کو آگ لگانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جنگ عظیم میں حیاتیاتی جنگ کے آلات بھی بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیے گئے۔

1948ء کے آخر تک صیہونیوں نے فلسطین کی 80 فیصد سے زیادہ اراضی پر قبضہ کر لیا تھا۔ فلسطینی مسلمانوں کے 531 دیہات اور قصبات مکمل تباہ کر دیے گئے تھے۔ ”عالمی ادارے“ مسلمانوں کے ساتھ تمام تر تعصب اور اسرائیل کی ہمدردیوں کے باوجود فلسطینیوں کے 31 بڑے قتل عام کیے جانے کی تصدیق کرتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک میں ہزاروں کی تعداد میں فلسطینی عورتوں، بچوں اور بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر کے منظم منصوبہ بندی کے تحت قتل کیا گیا۔ 80 بڑے شہروں سے مسلمانوں کا وجود مٹا ڈالا گیا۔ 8 لاکھ فلسطینی مسلمان اپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ مارے گئے۔

● ● ●

مشرق وسطی کا آتش فشاں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 19 اپریل 2002ء کو ”مشرق وسطی کا آتش فشاں“ کے عنوان سے اپنے خطاب جمعہ میں فرمایا:

مشرق وسطی میں فلسطین کے حوالے سے حالیہ انتفاضہ کی تحریک تقریباً ڈیڑھ سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس معاملے میں اسرائیلی وزیر اعظم شیرون کی طرف سے خونخواری اور درندگی کا جو بدترین مظاہرہ ہو رہا ہے اس سے مشرق وسطی کی صورت حال واقعتاً ایک ایسے آتش فشاں سے مشابہ نظر آتی ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔

اس سے قبل تقریباً دس سال امن مذاکرات کا ایک طویل سلسلہ گزرا ہے۔ یہ مذاکرات خلیج کی جنگ کے فوراً بعد شروع ہوئے تھے۔ ان مذاکرات کا آغاز ہسپانیہ کے صدر مقام میڈرڈ سے ہوا تھا، جہاں سے یہ اوسلو منتقل ہوئے، پھر یہ مذاکرات کئی بار واشنگٹن میں ہوئے، پھر کیمپ ڈیوڈ میں ہوئے۔ بہرحال ان مذاکرات کا یہ سلسلہ ابھی چل رہا تھا اور ایک حد تک اس بات پر مفاہمت ہو گئی تھی کہ اسرائیل وہ علاقے خالی کر دے جو اس نے 1967ء کی جنگ میں چھینے تھے تاکہ ایک فلسطینی ریاست وجود میں آ جائے جبکہ یروشلم کا معاملہ بعد میں طے کریں گے۔ اسی طرح 35 لاکھ فلسطینی مہاجرین کے بارے میں جو اسرائیل سے نکالے گئے تھے فلسطینیوں کا مطالبہ بھی کہ انہیں واپس اسرائیل میں آ کر آباد ہونے کی اجازت ہونی چاہیے، ابھی تصفیہ طلب تھے۔ لیکن جب یہ مذاکرات اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور یروشلم کا مسئلہ زیر بحث تھا تو شیرون نے جو اس وقت وزیر اعظم نہیں تھا (اس وقت ایہود بارک وزیر اعظم تھے) Temple Mount کا دورہ کیا۔ یہ مقام یعنی قبۃ الصخرہ مسلمانوں کے لیے انتہائی مقدس ہے کیونکہ حضور ﷺ اسی مقام سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ دوسری طرف یہودی کہتے ہیں کہ اس چٹان پر ہمارا ہیکل سلیمانی تھا جسے وہ دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اسے تعمیر کرنے کے لیے ان کا منصوبہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ گرایا جائے۔ بہرحال جب شیرون یہاں آیا تو اس نے اعلان کیا کہ ہم جلد ہی یہاں اپنے تیسرے ہیکل کی بنیادیں رکھ دیں گے، جس کے لیے بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تیار کر لی گئی ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں ردعمل ہوا۔ نوجوانوں نے پتھراؤ کیا تو یہ انتفاضہ شروع ہو گیا جو گزشتہ ڈیڑھ سال سے جاری ہے۔ یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے آج جنین کے کیمپ کے قتل عام تک آن پہنچا ہے۔ یہ ظلم پوری دنیا کی نگاہوں کے سامنے بڑی ڈھٹائی سے ہو رہا ہے۔ بہرحال شیرون کی اس شرارت اور دھاندلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ دس سال سے چلنے والے امن مذاکرات میں ہونے والی پیش رفت زیرو ہو گئی۔ چنانچہ اب مشرق وسطی کے جو حالات سامنے آ رہے ہیں وہ بہت خوفناک ہیں۔ عالمی میڈیا نے ان حالات کو “The Nightmare Scenario” (انتہائی ہیبت ناک منظر) کا عنوان دیا ہے۔

اس پوری صورت حال کے پس منظر کے ضمن میں تین باتیں نوٹ کر لیں۔ پہلی بات یہ کہ یہود سابقہ امت مسلمہ تھے جبکہ موجودہ مسلمان امت، امت محمدی ﷺ ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد یہود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس منصب سے معزول کر دیے گئے اور معزولی کی علامت کے طور پر ہجرت مدینہ کے سوا سال بعد اہل توحید کا قبلہ بدل دیا گیا۔ دوسری بات یہ نوٹ کیجیے کہ ان دونوں امتوں کے بارے میں قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ ان دونوں پر عروج اور زوال کے دو، دو ادوار آئیں گے۔ یہود کا آخری دور زوال سن 1870ء سے لے کر 1917ء تک جاری رہا۔ 1870ء میں رومیوں نے ان کا Second Temple گرایا۔ اس وقت لاکھوں یہودی قتل کیے گئے

اور باقی یہودیوں کو یروشلم سے نکال دیا گیا جو یورپ، ایشیا، امریکہ سمیت دنیا کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے۔ اس دور کو وہ "ڈایا سپورا" کہتے ہیں۔ 1917ء میں بالفور ڈیکلریشن کے ذریعے انہوں نے برطانیہ سے اپنا یہ حق منوا لیا کہ اب ہم فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں۔ گویا تقریباً 1900 برس بعد وہ دوبارہ ارضِ فلسطین میں آباد ہوئے۔ لیکن اس عرصہ سے پہلے ان پر زوال کا ایک اور عروج کے دو ادوار آ چکے تھے۔ دوسرا زوال دو ہزار برس طویل تھا۔

امت محمد ﷺ پر بھی دو عروج آ چکے ہیں۔ پہلا عروج عربوں کے ہاتھوں اور دوسرا ترکوں کی زیر قیادت تھا۔ ہمارا دوسرا زوال سقوطِ غرناطہ سے شروع ہوا جب ہسپانیہ میں اسلامی حکومت ختم ہوئی۔ اس کے بعد ہمارا زوال اپنے کلائمیکس پر اس وقت پہنچا جب پہلی جنگِ عظیم کے بعد سلطنتِ عثمانیہ ختم ہوئی۔ اس پس منظر میں نوٹ کیجیے کہ یہودیوں نے بڑی طویل جدوجہد کے ذریعے رفتہ رفتہ عیسائیوں پر اپنا تسلط قائم کیا جس کی تعبیر علامہ اقبالؒ نے یوں کی کہ ؎ "فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے"۔ خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب تو یہودیوں ہی کی ایجاد تھا۔ ان پروٹسٹنٹس کے ذریعے انہوں نے یورپ میں اقتدار حاصل کیا اور یوں اس خطے کو اپنے قابو میں لے آئے۔ اس وقت پروٹسٹنٹ عیسائی دنیا کی قیادت امریکہ اور برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ سے پہلے برطانیہ ان کا نمائندہ تھا کہ جس کے ذریعے یہود نے فلسطین میں آباد ہونے کا حق حاصل کر لیا۔ اس کے بعد پروٹسٹنٹس کا پشت پناہ امریکہ بنا۔ لہٰذا اب اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں اسرائیل ایک نہیں، تین ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ ایک اسرائیل جو مڈل ایسٹ میں ہے، دوسرا اسرائیل برطانیہ ہے اور تیسرا اسرائیل امریکہ ہے۔ یہ بات پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے ایک رسالے "Trumpet" نے جو فلاڈلفیا سے نکلتا ہے لکھی ہے کہ اصل اسرائیل تو امریکہ اور برطانیہ ہیں۔ مڈل ایسٹ میں موجود اسرائیل کی حیثیت تو ایک جز ہے۔

اب آیئے موجودہ صورتِ حال کی طرف!

موجودہ منظر یہ ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں دراصل دو بہت بڑے بڑے آئس برگ ٹکرانے والے ہیں۔ "Tip of the Iceberg" محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ دراصل سمندر کی سطح کے نیچے آئس برگ بہت بڑی شے ہوتی ہے لیکن اوپر اس کا صرف چھوٹا سا سرا (Tip) نظر آتا ہے۔ اسی لیے جہاز دھوکا کھا کر اس سے ٹکرا جاتے ہیں اور پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ یہ دو آئس برگ جن میں سے ایک کی Tip وہ یہودی ہیں جو 35 لاکھ کے قریب اسرائیل میں آباد ہیں، جبکہ دوسرے آئس برگ کی Tip فلسطینی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ وہ بھی تقریباً 30 سے 35 لاکھ ہیں۔ لیکن یہ کہ ان Tips کے پیچھے کیا ہے؟ اسرائیل کے پیچھے پوری دنیا کے ایک کروڑ یہودی اور ان کی پشت پر عیسائی دنیا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہود کے اصل آلۂ کار تو برطانیہ اور امریکہ ہیں لیکن ایک درجے میں کیتھولک دنیا بھی ان کی پشت پناہ ہے۔ یہ سب ملا کر تقریباً پونے دو ارب بنتے ہیں۔ فلسطینیوں کے پیچھے 30 کروڑ عرب عوام اور بقیہ عالمِ اسلام موجود ہے۔ یہ کل ڈیڑھ ارب ہیں۔ ذرا تصور کیجیے کہ اگر Dome of the Rock کو گرا دیا جائے تو پوری دنیا میں جو طوفان اٹھے گا اور ردِعمل کے طور پر ان دونوں کے ٹکرانے سے خوفناک منظر سامنے آئے گا، اس کی ہولناکی محتاجِ بیان نہیں۔

مشرقِ وسطیٰ میں اگر یہ جنگ ہوئی تو ابتدا میں مسلمانوں بالخصوص عربوں کا شدید نقصان ہوگا۔ اصل میں یہ اللہ کا عذاب ہوگا جو ایک ملعون اور مغضوب علیہم قوم کے ہاتھوں ان پر آئے گا۔ دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں عربوں کا جرم اس اعتبار سے زیادہ بڑا ہے کہ انہوں نے اس فضیلت کے باوجود کہ نبی اکرم ﷺ انہی میں سے تھے اور انہی کی زبان میں اللہ کا کلام نازل ہوا، نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے کے بعد دین سے بے وفائی کا معاملہ کیا اور اللہ کی بجائے کسی نے ماسکو کو اپنا قبلہ بنا لیا اور کسی نے واشنگٹن کی طرف رخ کر لیا۔

اس وقت جو صورتِ حال ہے اور یہ جو تصادم ہونے والا ہے، آیئے ذرا اس کا تجزیہ کر کے دیکھیں۔ قرآن مجید میں یہود کے بارے میں ایک جگہ آیا ہے (لَیۡسُوۡا سَوَآءً) کہ وہ سب کے سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ بعینہٖ یہودیوں میں اور مسلمانوں میں آج بھی دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک نقطۂ نظر جو ابتدا میں سب مسلمانوں کا تھا، اور اصولی اعتبار سے بالکل درست موقف تھا، یہ ہے کہ اسرائیل کا قیام غلط اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اسرائیل کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ یہاں پر یہودیوں کو لا کر آباد کیا جاتا۔ یہ انگریزوں اور امریکیوں کی بہت گہری سازش اور ظلم ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ:

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا

دو ہزار برس پہلے کے نکلے ہوئے یہودیوں کو اگر آج یہاں دوبارہ لا کر آباد کرنا عدل کا تقاضا ہے تو پھر عربوں کو بھی ہسپانیہ میں آباد کیا جانا چاہیے کہ وہ تو صرف پانچ سو برس پہلے وہاں سے نکالے گئے تھے۔ اسی طرح میں یہ کہتا ہوں کہ پھر پورے ہندوستان پر بھی مسلمانوں کا حق ہے۔ 18ویں صدی عیسوی کے آغاز میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دورِ حکومت تک پورا ہندوستان مسلمانوں ہی کی زیرِ نگین تھا۔ لہٰذا اگر یہودی دوبارہ ارضِ فلسطین پر آباد کیے جا سکتے ہیں تو مسلمانوں کو سارا ہندوستان دوبارہ ملنا چاہیے۔ بہرحال ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس چیز کی بنیاد دھونس، دھاندلی، ظلم اور ناانصافی پر ہو اس کو باقی رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یہ انتہائی لیکن اصولی نقطۂ نظر ابتدا میں عربوں کا رہا ہے۔ عجم میں بھی صرف دو ملکوں ترکی اور ایران نے اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں اور عربوں کے اس موقف میں کمزوری پیدا ہوئی۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

دنیا کا اصول تو یہی ہے۔ بہرحال عربوں نے جب دیکھا کہ ہم اسرائیل کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکتے، امریکہ اس کا پشت پناہ ہے تو انہوں نے ایک ایک کر کے صلح کرنی شروع کی۔ پہلے سادات نے صلح کی۔ اس کے بعد شرق اردن نے صلح کر لی۔ اب شاہ عبدالعزیز کے بیٹے شاہ عبداللہ، ولی عہد سعودی عرب نے یہ کہا ہے کہ اگر اسرائیل اپنی 1967ء سے قبل کی حدود میں واپس چلا جائے اور سارے علاقے خالی کر دے اور وہاں فلسطینی ریاست قائم ہو جائے تو تمام عرب ممالک اسے تسلیم کر لیں گے۔ اس پر تمام عرب ممالک متفق ہو گئے ہیں۔ دنیا میں صرف ایک ملک پاکستان ہے جس نے ابھی تک اس منافقتی فارمولے کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اگر سارے عرب ممالک ایسا کر لیں گے تو پاکستان اکیلا کیسے کھڑا رہ جائے گا۔ اصل غور طلب بات یہ ہے کہ ہم میں یہ کمزوری کیوں آئی۔ وجہ وہی ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے دین سے

غداری اور بے وفائی کی۔ اللہ سے ہم نے اپنا رخ موڑ لیا تو جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ بہت غیور ہے۔ اگر تم اس کی طرف چل کر آؤ گے تو وہ دوڑ کر آئے گا۔ تم بالشت بھر آؤ گے تو وہ ہاتھ بھر آئے گا۔ لیکن اگر تم لوگ منہ موڑ لو گے تو وہ بھی اپنا رخ تم سے پھیر لے گا۔ بہرحال یہ دو موقف موجودہ صورتِ حال میں مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔

اسی طریقے سے یہودیوں میں بھی دو طبقات ہیں۔ ایک طبقہ مذہبی یہودیوں کا ہے، دوسرا سیکولر یہودیوں کا۔ یہودیوں میں جو انتہا پسند یعنی مذہبی یہودی ہے، وہ ہر حال میں گریٹر اسرائیل بنانا چاہتا ہے جس میں مصر کا بہت بڑا علاقہ، پورا صحرائے سینا، پورا لبنان، پورا اردن، سعودی عرب کا شمالی حصہ، مکمل عراق اور شام اور ترکی کے کچھ جنوبی حصے شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ ہمیشہ سے امن مذاکرات کا مخالف رہا ہے۔ جب ان مذاکرات کا سلسلہ چلا اور اسحاق رابن دستخط کر کے آیا تو اسے ایک یہودی نے قتل کر دیا کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے علاقے واپس کرنے والے، ہمیں عربوں سے ابھی اور علاقے لینے ہیں اور گریٹر اسرائیل بنانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یروشلم کے معاملے میں ہم کسی کی کوئی شراکت قبول نہیں کر سکتے۔ یہ گریٹر اسرائیل کا دارالخلافہ ہے۔ نیز ہمیں ہر قیمت پر ہیکل سلیمانی بنانا ہے۔ اور یہ کہ ہم اسرائیل میں کسی عرب کو نہیں رہنے دیں گے خواہ انہیں ختم کرنا پڑے، یا پھر انہیں شرق اردن میں دھکیل دو۔ اسرائیلی حکومت پر انتہا پسند یہودیوں کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب شیرون نے اپنی کابینہ میں ایک ایسے وزیر کو شامل کیا ہے جو مکمل داڑھی والا ہے۔ اس کا نام ایلی ایک ایتام ہے۔ اس نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ فلسطینیوں کو صحرائے سینا میں دھکیل دیا جائے اور مصر سے کہا جائے کہ وہاں ان کے لیے فلسطینی ریاست قائم کر دے۔ یہ ہے ایک انتہا! لیکن وہاں بھی ایک نرم اور سیکولر نقطہ نظر ہے۔ سیکولر یہودی کہتے ہیں کہ گریٹر اسرائیل قائم کر کے جو خون خرابہ اور فساد ہو گا، اس سے کیا فائدہ۔ اس چھوٹے سے اسرائیل کے تحفظ کے لیے ہمیں کتنی جانیں دینی پڑ رہی ہیں، اگر ہم دس ہزار فلسطینی مسلمانوں کو مارتے ہیں تو سو دو سو ہمارے بھی مرتے ہیں۔

ہم تو ہیں ہی کل ایک کروڑ جب کہ وہ 30 کروڑ ہیں۔ اگر سارے مسلمان ملا لیں تو وہ 150 کروڑ ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ ہم صلح کر لیں، آخر ہم کزن ہیں، وہ بھی ابراہیمؑ کی اولاد ہیں ہم بھی ابراہیمؑ اولاد ہیں، اور جیسے دنیا میں بہت سے معاشی یونٹ بن رہے ہیں، عرب اور اسرائیل مل کر ایک یونٹ بن جائے۔ عربوں کے پاس پیسہ، لیبر اور تیل بہت ہے جبکہ ہمارے پاس مہارت، مینجمنٹ اور ایگزیکٹو صلاحیت ہے۔ لہٰذا ہم مل کر بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ پھر اس طرح ملائی ہم کھائیں گے، چھاچھ ان کو دے دیں گے۔ یہ ان کی بائیں بازو کی جماعتوں کا نقطہ نظر ہے جن کا نمائندہ شمعون پیریز اس وقت وزیر خارجہ ہے۔ شیرون جو کچھ کر رہا ہے، شمعون پیریز اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن شیرون نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ اگر وہ پارٹی اس کا ساتھ چھوڑ بھی جائے تو اس نے اب اپنے ساتھ Ultra nationalist parties شامل کر لی ہیں۔ انہی میں سے یہ ایک وزیر ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ایک امریکی صحافی نے اس مذہبی یہودی وزیر سے جب یہ کہا کہ یہ تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو تو اس نے تنگ کر جواب دیا: ”تم نے افغانستان میں کیا کیا، آج ہمیں سبق پڑھانے آئے ہو۔ ہم پاول سے صاف کہہ دیں گے (یہ پاول کے اسرائیل جانے سے پہلے کی بات ہے) کہ دنیا کے اندر یہ دہرا معیار ختم کرو۔ افغانستان میں کتنے شہری تمہاری وحشیانہ بمباری سے مر رہے ہیں اور اب ہمیں آ کر سبق پڑھاتے ہو۔“ دراصل اسرائیل کو پتہ ہے کہ امریکہ ہمارے شکنجے میں ہے، وہ ہل نہیں سکتا۔ ایک مرتبہ شمعون پیریز نے شیرون سے کہا تھا، دیکھو امریکہ ناراض ہو جائے گا! شیرون نے جواباً کہا، تم کیا بار بار مجھے امریکہ کا نام لے کر ڈرا رہے ہو؟ امریکہ ہمارے شکنجے میں ہے۔ اس کے یہ الفاظ ریکارڈ پر ہیں۔ اسی طرح ایک بار تنن یاہو نے کہا تھا کہ میں واشنگٹن کے اندر آگ لگوا دوں گا اور 11 ستمبر کو اس نے یہ کر دکھایا۔

اب صلح کی راہ میں حائل دو بڑی بڑی رکاوٹیں نوٹ کر لیجیے۔ ایک تو قبۃ الصخرہ کا مسئلہ ہے۔ دوسرے یہ کہ 35،30 لاکھ پناہ گزین ہیں جن کو واپس لینے کے لیے اسرائیل بالکل تیار نہیں۔ اس لیے کہ اسرائیل ہماری ریاست بہاولپور سے بھی چھوٹا ملک ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ لمبائی 200 میل اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی 80 میل ہے۔ بعض مقامات پر تو اس سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اس کشتی کے اندر اگر 35 لاکھ افراد مزید آ جائیں تو کشتی ڈوب جائے گی۔ لہٰذا وہ ان پناہ گزینوں کو واپس لینے کو تیار نہیں۔ اس وقت صلح میں یہ دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ آخری آفر جو یہودی طرف سے آ سکتی تھی وہ ایہود بارک کے زمانے میں کلنٹن کے زیر اثر آ گئی تھی۔ ایہود بارک سیکولر یہودی تھا، اس نے آفر کی تھی کہ فلسطینی ریاست ہمیں منظور ہے، یروشلم کی تقسیم بھی ہم قبول کرتے ہیں، یعنی مشرقی یروشلم اپنے پاس رکھو، اس کے جتنے حصے میں مسجد اقصیٰ بنی ہوئی ہے وہ تم رکھ لو لیکن اوپر کا شمالی حصہ جہاں گنبد ہے وہ ہمیں دے دو تاکہ ہم وہاں اپنا ہیکل بنا لیں۔ باقی یہ کہ فلسطینی مہاجرین کو مسلمان ممالک اپنے اندر جذب کر کے انہیں اپنے ملک کی شہریت دیں۔ میرے نزدیک اس سے آگے کوئی یہودی سربراہ نہیں جا سکتا۔ عرفات نے اس تجویز کو رد کر دیا تھا، جس پر امریکہ چنگھاڑ رہا کہ اس نے یہ موقع ضائع کر دیا۔ لیکن عرفات نے ہی نہیں، شیرون نے بھی اس تجویز کو رد کر دیا تھا۔ شیرون نے اس وقت جو معاملہ شروع کیا تھا اسی کے نتیجے میں یہ حالیہ فساد کھڑا ہوا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ نیوز ویک کے تازہ پرچے نے شیرون پر بہت شدت کے ساتھ تنقید کی ہے۔ اس میں ایک مضمون ”A blue print for peace“ شائع ہوا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ پورا ٹیمپل ماؤنٹ مسلمانوں کو دے دیا جائے البتہ West Wall اور اس کے سامنے کا میدان یہودیوں کے پاس ہو تاکہ وہ اپنا ٹیمپل تعمیر کر سکیں۔ اگر یہ واقعتاً ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی بات ہو گی۔ لیکن میرے نزدیک یہ مسئلہ لاینحل ہے۔ نہ ہی مسلمان اس سے کبھی دستبردار ہو سکتے ہیں اور نہ یہودی اس کی جگہ تیسرے ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے باز رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ بڑی جنگ ہو کر رہے گی جس کی خبریں احادیث میں دی گئی ہیں۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدی کی مدد کے لیے فوجیں افغانستان اور پاکستان ہی سے روانہ ہوں گی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ پاکستان کے اس رول کو مضبوط کرنے کے لیے دین کے تقاضوں کو پورا کرے اور مملکت خداداد پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لیے بھرپور جدوجہد کرے۔

❁❁❁

فلسطین: کس کی ملکیت؟

ڈاکٹر محمد مشتاق

سوشلسٹ روس کے زوال کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہمارے کئی دیسی سوشلسٹ مشرف بہ امریکا ہو کر "لبرل" کہلانے لگے۔ دیسی سوشلسٹ کم از کم فلسطینیوں کی آزادی کے حق میں اور اسرائیل و امریکا کے ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ تاہم کایا پلٹ کے بعد "شوقیہ لبرل" بننے والے تو خیر و شر کا فرق ہی بھول گئے ہیں۔

ان شوقیہ لبرلز کی دیکھا دیکھی "اعتدال" اور "داعیانہ اسلوب" کے مدعی مولوی صاحبان بھی اسرائیل اور امریکا کے خلاف بولنے والوں کو کوسنے دینے لگے ہیں۔

ایک عام مغالطہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ فلسطین اور القدس کی سرزمین یہود کی ہے، اس لیے القدس کو اسرائیل کا دار الحکومت بنائے جانے پر اعتراض غلط ہے۔ یہ دعویٰ تسلیم کرنے کے لیے دو کام کرنے پڑتے ہیں:

ایک، اس سرزمین کی ابدی ملکیت کے متعلق یہود کا دعویٰ تسلیم کیا جائے؛ اور دو، معاصر بین الاقوامی قانون کے تمام اصول نظر انداز کیے جائیں۔

پہلی بات اس وقت قطعی غیر متعلق ہے۔ بعض مسلمان اہل علم نے یہود کے "حقِ تولیت" کے لیے قرآن و حدیث سے استدلال کی روش بھی اختیار کی ہے۔ اس استدلال کی صحت یا عدم صحت پر بحث بھی اس وقت قطعی غیر متعلق ہے۔ اصل بحث یہ ہے کہ معاصر بین الاقوامی قانون یہود کا "حقِ ملکیت" تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟

پہلی جنگِ عظیم تک بین الاقوامی قانون کی رو سے کسی سرزمین پر کسی ریاست کا حقِ ملکیت تسلیم کرنے کے جو جائز طریقے تھے، ان میں ایک طریقہ "فتح" (Conquest) تھا بشرطیکہ اس کے بعد فاتح ریاست اس مفتوحہ علاقے کا الحاق (Annexation) کر لیتی۔

اسی اصول پر 1857ء کے بعد ہندوستان کو برطانوی بادشاہت کا حصہ قرار دیا گیا اور اسے "برطانوی ہند" (British India) کہا جانے لگا اور برطانیہ کی ملکہ ہندوستان کی بھی ملکہ ہو گئیں۔

یہ اصول پہلی جنگِ عظیم کے بعد تک بین الاقوامی قانون میں تسلیم کیا گیا۔ تاہم 1928ء میں امریکا اور فرانس نے آپس میں معاہدہ کر کے یہ اصول طے کیا کہ جنگ کے ذریعے علاقے فتح کرنا ناجائز ہے۔ کچھ ہی عرصے میں دیگر ریاستوں نے بھی اس معاہدے کو، اور اس کے ذریعے طے شدہ اصول کو، تسلیم کر لیا۔ چنانچہ 1928ء کے معاہدۂ پیرس کے بعد سے "فتح" کے ذریعے کسی علاقے کے "الحاق" کو بین الاقوامی قانون تسلیم نہیں کرتا۔

اب "فاتح" ریاست کو "قابض طاقت" (Occupying Power) اور مفتوحہ علاقے کو "مقبوضہ علاقہ" (Occupied Territory) کہا جاتا ہے اور اصول یہ طے کیا گیا ہے کہ جب تک قبضہ ختم نہیں ہو جاتا، حالتِ جنگ برقرار رہتی ہے۔

اسی وجہ سے یہ اصول بھی مانا گیا ہے کہ قابض طاقت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ مقبوضہ علاقے کی آبادی یا جغرافیے میں کوئی مستقل اور دور رس تبدیلی لائے کیونکہ جلد یا بدیر اس قابض طاقت کو اس مقبوضہ علاقے سے نکلنا پڑے گا۔

تاریخی طور پر مسلّم ہے کہ یہود کو رومیوں نے پہلی صدی عیسوی میں فلسطین سے نکال دیا تھا اور اس وقت کے بین الاقوامی عرف اور قانون کے مطابق اس سرزمین پر فاتح طاقت، یعنی رومی سلطنت، کی ملکیت قائم ہو گئی۔

ساتویں صدی عیسوی میں عمر فاروق ؓ کی خلافت میں اس کی ملکیت مسلمانوں کو منتقل ہوئی اور یہ ملکیت بیسویں صدی عیسوی کی ابتدا تک برقرار رہی۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد اس علاقے پر برطانیہ کا قبضہ ہوا لیکن برطانیہ نے اس پر اپنا حقِ ملکیت قائم نہیں کیا بلکہ اسے "امانت" کے طور پر قبول کیا۔

جنگ کے بعد وجود میں لائی جانے والی تنظیم "مجلسِ اقوام" (League of Nations) نے اس علاقے کو ترقی دینے اور یہاں کے لوگوں کو اپنی حکومت سنبھالنے کے لائق بنانے، بہ الفاظ دیگر "مہذب بنانے"، کی ذمہ داری (Mandate) برطانیہ کو دے دی۔ 1948ء تک یہ علاقہ برطانیہ کے پاس امانت کے طور پر ہی رہا اور برطانیہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی بلکہ اس امانت میں بھرپور خیانت بھی کی۔

1948ء میں برطانیہ نے مجلسِ اقوام کی وارث تنظیم، یعنی اقوامِ متحدہ، کو کہا کہ وہ مزید اس امانت کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ اقوامِ متحدہ نے یہ علاقہ برطانیہ سے واپس لے کر اسے یہود اور عربوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقوامِ متحدہ کو اس تقسیم کا اختیار تھا یا نہیں اور کیا یہ تقسیم منصفانہ اور جائز تھی یا نہیں؟ اس پر تفصیلی بحث کی جا سکتی ہے۔ تاہم اگر اس بحث کو نظر انداز بھی کیا جائے تو یہ دو حقیقتیں بہر حال مسلّم ہیں:

ایک یہ کہ 1948ء میں جس سرزمین پر "اسرائیل" کی ریاست قائم ہوئی اس میں القدس شامل نہیں تھا؛

دوسری یہ کہ القدس سمیت جن علاقوں پر اسرائیل نے 1967ء کی جنگ میں قبضہ کیا وہ اسرائیل کا حصہ نہیں، بلکہ اس کے "مقبوضہ علاقے" ہیں اور 1928ء کے معاہدۂ پیرس کے بعد سے بین الاقوامی قانون مقبوضہ علاقے پر قابض طاقت کا حقِ ملکیت تسلیم نہیں کرتا۔

چنانچہ اسرائیل القدس اور دیگر مقبوضہ علاقوں میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں لا سکتا؛ نہ وہ وہاں آبادکاری کر سکتا ہے، نہ ہی وہاں ایسی دیوار تعمیر کر سکتا ہے جو اس علاقے کو مستقل طور پر تقسیم کر دے۔ یہ بات 2003ء میں بین الاقوامی عدالتِ انصاف (International Court of Justice) نے اپنے فیصلے میں تفصیلی طور پر واضح کی ہے۔ اس وجہ سے بین الاقوامی قانون کی رو سے قطعی طور پر ناجائز ہے کہ القدس یا مقبوضہ علاقے کے کسی بھی حصے کو اسرائیل کا دار الحکومت بنایا جائے۔

کاش "شوقیہ لبرلز" کو کوئی فیض اور جالب کے اشعار ہی یاد دلا دے۔ یہ ٹھیک ہو جائیں تو "داعیانہ اسلوب" کے مدعی مولوی خود بخود سدھر جائیں گے۔

فلسطین سے ہمارا رشتہ کیا!

امت مسلمہ اور اہل پاکستان کی فلسطین سے محبت کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ یہ فلسطین انبیاء علیہم السلام کا مسکن اور سرزمین رہی ہے۔
2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔
3۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب سے نجات دی جو ان کی قوم پر اسی جگہ نازل ہوا تھا۔
4۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسی سرزمین پر سکونت رکھی اور یہیں اپنا ایک محراب بھی تعمیر فرمایا۔
5۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی ملک میں بیٹھ کر ساری دنیا پر حکومت فرمایا کرتے تھے۔
6۔ چیونٹی کا وہ مشہور قصہ جس میں ایک چیونٹی نے اپنی باقی ساتھیوں سے کہا تھا "اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ" یہیں اس ملک میں واقع عسقلان شہر کی ایک وادی میں پیش آیا تھا جس کا نام بعد میں "وادی النمل چیونٹیوں کی وادی" رکھ دیا گیا تھا۔
7۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کا محراب بھی اسی شہر میں ہے۔
8۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ملک کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس مقدس شہر میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے اس شہر کو مقدس اس شہر کے شرک سے پاک ہونے اور انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔
9۔ اس شہر میں کئی معجزات وقوع پذیر ہوئے جن میں ایک کنواری بی بی حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ بھی ہے۔
10۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے قتل کرنا چاہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اسی شہر سے آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔
11۔ ولادت کے بعد جب عورت اپنی جسمانی کمزوری کی انتہاء پر ہوتی ہے ایسی حالت میں بی بی مریمؑ کا کھجور کے تنے کو ہلا دینا بھی ایک معجزہ الٰہی ہے۔
12۔ قیامت کی علامات میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر واپس تشریف اسی شہر کے مقام سفید مینار کے پاس ہوگا۔
13۔ اسی شہر کے ہی مقام باب لُد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح دجال کو قتل کریں گے۔
14۔ فلسطین ہی ارض محشر ہے۔
15۔ اسی شہر سے ہی یاجوج وماجوج کا زمین میں قتال اور فساد کا کام شروع ہوگا۔
16۔ اس شہر میں وقوع پذیر ہونے والے قصوں میں سے ایک قصہ طالوت اور جالوت کا بھی ہے۔
17۔ فلسطین کو نماز کی فرضیت کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام دوران نماز ہی حکم ربی سے آقا ﷺ کو مسجد اقصیٰ (فلسطین) سے بیت اللہ کعبہ مشرفہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رخ کرا گئے تھے جس مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا وہ مسجد آج بھی مسجد قبلتین کہلاتی ہے۔
18۔ حضور اکرم ﷺ معراج کی رات آسمان پر لے جانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے یہاں بیت المقدس (فلسطین) لائے گئے۔
19۔ سرکار دو عالم ﷺ کی اقتداء میں انبیاء علیہم السلام نے یہاں نماز ادا فرمائی۔ اس طرح فلسطین ایک بار پھر سارے انبیاء کا مسکن بن گیا۔
20۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی بنائی گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ)۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کونسی؟ (مسجد بنائی گئی تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد الاقصیٰ (یعنی بیت المقدس)۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس برس کا اور تو جہاں بھی نماز کا وقت پالے، وہیں نماز ادا کر لے پس وہ مسجد ہی ہے۔
21۔ وصال حضرت محمد ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارتداد کے فتنہ اور دیگر کئی مشاکل سے نمٹنے کے لیے عسکری اور افرادی قوت کی اشد ضرورت کے باوجود بھی ارض شام (فلسطین) کی طرف آپ ﷺ کا تیار کردہ لشکر بھیجنا بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے۔
22۔ اسلام کے سنہری دور فاروقی میں دنیا بھر کی فتوحات کو چھوڑ کر محض فلسطین کی فتح کے لیے خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چل کر جانا اور یہاں پر جا کر نماز ادا کرنا اس شہر کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔
23۔ دوسری بار بعینہٖ معراج کی رات بروز جمعہ 27 رجب 583 ہجری کو صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں اس شہر کا دوبارہ فتح ہونا بھی ایک نشانی ہے۔
24۔ بیت المقدس کا نام قدس قرآن سے پہلے تک ہوا کرتا تھا، قرآن نازل ہوا تو اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ گیا۔ قدس اس شہر کی اس تقدیس کی وجہ سے ہے جو اسے دوسرے شہروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس شہر کے حصول اور اسے رومیوں کے جبر واستبداد سے بچانے کے لیے 5000 سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جام شہادت نوش کیا۔ اور شہادت کا باب آج تک بند نہیں ہوا، سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے۔ یہ شہر اس طرح شہیدوں کا شہر ہے۔
25۔ مسجد اقصیٰ اور بلاد شام کی اہمیت بالکل حرمین الشریفین جیسی ہی ہے۔ جب قرآن پاک کی یہ آیت (والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین) نازل ہوئی تو ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے بلاد شام کو "التین" انجیر سے، بلاد فلسطین کو "الزیتون" زیتون سے اور الطور سینین کو مصر کے پہاڑ کوہ طور جس پر جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے کلام کیا کرتے تھے سے استدلال کیا۔
26۔ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ (ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر أن الأرض یرثھا عبادی الصالحون) سے یہ استدلال لیا گیا کہ اُمت محمدؐ حقیقت میں اس مقدس سرزمین کی وارث ہے۔
27۔ یہاں پر پڑھی جانے والی ہر نماز کا اجر 500 گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔

ندائے حق

حقیقتِ فتنہ دجال قسط: 1

رفیق چودھری

فتنہ دجال

قُربِ قیامت کی سب سے بڑی نشانیوں میں سے ایک دجال کا ظاہر ہونا ہے۔ دجال کا فتنہ تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا اور سب سے خطرناک فتنہ ہے جس کی شدت اور ہولناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا گیا جس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا نہ ہو“ (سنن ابوداؤد) حالانکہ انبیاء انسانوں میں سے سب سے زیادہ بزرگ و برتر اور اللہ کی محبوب ہستیاں تھے لیکن انہوں نے بھی فتنہ دجال سے پناہ مانگی۔ یہاں تک کہ نوعِ انسانی کی سب سے بزرگ اور اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں لیکن آپ ﷺ بھی باقاعدہ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے:

”اللہ میں آگ کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے فتنے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور امیری و فقیری کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ میں مسیح دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ (بخاری)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا اور سنگین فتنہ ہے۔

بنیادی طور پر لفظ ’دجل‘ کے معنی اس ”لیپ“ کے ہیں جو کسی بدنما زخم (کوڑھ) کو چھپانے کے لیے اوپر لگایا جاتا ہے۔ یعنی کوئی چیز بری ہو لیکن اس پر اچھائی کا لیبل لگا دیا جائے۔ اس لیے عام معنوں میں دجل سے مراد دھوکہ اور فریب لیا جاتا ہے اور اس کی مثال یہ دی جاتی ہے کہ جیسے خراب اور نقلی مال کے اوپر دوکاندار تھوڑا سا اصلی مال ڈال دے تو خریدار اُسے اصلی اور اچھا مال سمجھ کر ہی خریدے گا لیکن اصل میں وہ اپنا نقصان کرے گا۔ حقیقت میں فتنہ دجال اس سے کہیں بڑا اور کھربوں گنا مہلک اور تباہ کن فتنہ اس لیے ہے کہ یہ عقیدہ، مذہب اور دین (نظام) کے نام پر ہونے والا تاریخِ انسانی کا سب سے بڑا دھوکہ اور فریب ہے جس کا مقصد انسانوں کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرنا ہے۔ فرض کریں کوئی گمراہ فرقہ جو اپنی اصل میں کفر، شرک اور بت پرستی پھیلاتا ہو لیکن بظاہر اللہ کے دین کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو تو لوگ اُسے اللہ کا دین (جس کا مقصد لوگوں کی دنیا اور آخرت سنوارنا ہوتا ہے) سمجھ کر ہی اپنائیں گے لیکن حقیقت میں وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کر بیٹھیں گے۔ ذرا تصور کیجئے! یہ کتنا بڑا دھوکہ ہوگا۔ اسی لیے تمام انبیاء نے اس فتنہ سے اپنی قوم کو ڈرایا اور اللہ کے آخری نبی ﷺ باقاعدہ نماز میں اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ لیکن آج حقیقت میں ایسا ہو رہا ہے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال فری میسنری کے لاجز ہیں جہاں کمپاس اور مربع کے ساتھ میز پر بائبل بھی رکھی ہوتی ہے (اسی طرح مسلمان میسنز کے لاجز میں قرآن، یہودی میسنز کے لاجز میں عہد نامہ قدیم، وغیرہ کے لیے ان کی مذہبی کتب رکھی ہوتی ہیں)۔ اسی طرح ان کی مختلف تقریبات میں مذہبی دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں اور بعض مذہبی رسومات بھی ادا کی جاتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ محض دکھاوا ہوتا ہے جس کی آڑ میں شیطنت کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ اس راز کو خود فری میسنری کے آفیشل ڈاکومنٹس، Manual اور اعلیٰ سطحی نصاب ظاہر کر رہے ہیں۔ جیسا کہ:

”میسنری کا بائبل سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، کہ اس کی بنیاد بائبل پر نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ میسنری نہ ہوتی بلکہ یہ کچھ اور ہوتی“ — (ڈائجسٹ آف میسونک لاء، صفحہ: 207، 209)

پھر سوال پیدا ہوتا ہے لاجز میں اور میسونک تقریبات میں بائبل کا کیا کام ہے؟ اس کی حقیقت بھی خود ایک ماسٹر میسن بتا رہا ہے:

جہاں تک ہمارے تمام میسونک جلسوں میں بائبل لے جانے کا تعلق ہے تو یہ صرف فری میسنری کے حقیقی ڈیزائن کے حوالے سے عیسائی عوام کی آنکھوں پر پٹی باندھنے اور آدرز کے دکھاوے کے ایک ہونے کی تشہیر کرنے کے نقطہ نظر سے کیا جاتا ہے۔ (کی سلون لاج 639، گو، 1874ء، ممتاز فری میسن چارلٹن بارٹن کی اپنے بیٹے کو نصیحت)

میسنری تو یہ دھوکہ کر سکتی ہے کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ دجال کی عالمی حکومت قائم کرنے میں کوشاں سب سے بڑی اور خفیہ آرگنائزیشن ہے لیکن افسوسناک حیرت یہ ہے کہ آج دنیا کی کثیر آبادی جن مذہبی اور دینی جماعتوں کو فالو کر رہی ہے ان کی اکثریت بھی اپنے فالورز کے ساتھ اسی طرح کا دھوکہ کر رہی ہے۔ دنیا کی ان ہزاروں مذہبی اور دینی جماعتوں میں آج بظاہر اسلام، عیسائیت، یہودیت اور دیگر مذاہب کا پرچار کیا جاتا ہے اور قرآن، بائبل، تورات، انجیل کی تعلیمات کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے، مختلف تقریبات میں ان مذاہب کی دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں اور ان مذاہب کی رسومات بھی ادا کی جاتی ہیں لیکن اپنی اصل میں ان ہزاروں مذہبی اور دینی جماعتوں کی بنیاد گزشتہ ایک ہزار سال کے دوران میسونک فلسفے اور نظریہ پر رکھی گئی ہے، باقی اکثروں کی اور میسنری کی بنیاد ایک ہے اور ان کا اللہ کے سچے دین، آسمانی کتابوں اور اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے[1]۔ یہ دنیا میں ہونے والا سب سے بڑا دھوکہ ہے جو دین اور مذہب کے نام پر لوگوں کی آخرت ہی چھین رہا ہے۔ ذیل میں ہم دنیا کے اس سب سے بڑے دھوکے اور فریب کے چند مہلک ترین پہلوؤں کی نشاندہی کریں گے اور پھر اس سلسلہ تحریر میں ہم جانیں گے کہ یہ فتنہ کس طرح سے انسانوں کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر رہا ہے۔

---

(1) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی، پھر فرمایا: ”یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔“ پھر اس کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ”یہ الگ الگ راستے ہیں، ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے سیدھی راہ پر ہاتھ رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (الانعام) ”اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اس کی پیروی کرو۔ اور (اس صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر) دوسرے

راستوں پر نہ پڑ جاؤ کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا کر منتشر کر دیں گے۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کی اللہ تمہیں وصیت کر رہا ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

Supernatural کے نام پر دھوکہ

فتنہ دجال بنیادی طور پر اعتقادی فتنہ ہے، یہ مادی فتنہ نہیں ہے۔ بعض لوگ فتنہ دجال کو مادی ترقی سے جوڑتے ہیں حالانکہ جائز اسباب کی حد تک مادی ترقی دینِ فطرت کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ آپ حج کرنے پیدل جاتے ہیں یا مخصوص طیارے کے ذریعے جاتے ہیں ہاں البتہ اگر آپ "جدید تہذیب" کے نام پر بدتہذیبی کا شکار ہو کر دنیا میں کہیں بھی معصیت کے کاموں میں شریک ہوتے ہیں تو یہ فتنے اور اللہ کی ناراضی کا باعث ہوگا چاہے اس کے لیے آپ پیدل ہی کیوں نہ جائیں۔ لہٰذا مادی ترقی بذاتِ خود فتنہ نہیں ہے بشرطیکہ اغراض فطرت سے بغاوت پر مبنی نہ ہوں۔ آپ مادی ترقی کو بطورِ جائز اسباب اسلام کے غلبہ کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں، لیکن یہی ترقی اگر دجالی نظام (دینِ فطرت سے بغاوت) کے لیے بطورِ اسباب استعمال ہو رہی ہے تو اس کا استعمال فتنہ ہے۔

موجودہ عالمی نظام میں جبکہ صرف مادی ترقی کو مقصدِ حیات بنا لیا گیا ہے۔ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں یہی سوچ پختہ کی جاتی ہے کہ اس نے بڑا ہو کر اور پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بننا ہے اور خوب ترقی کرنی ہے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے، ترقی کرنا اور بڑا آدمی بن کر والدین، ملک اور قوم کا نام روشن کرنا برائی نہیں ہے لیکن اسی سوچ میں فتنہ دجال کا بیج اس وقت غیر محسوس انداز میں بو دیا جاتا ہے جب دینِ فطرت سے منہ موڑتے ہوئے صرف دنیوی ترقی کو ہی مقصدِ حیات بنا دیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے آج میڈیا اور نصاب کے ذریعے اسی سوچ کو ذہن میں مسلسل پختہ تر کیا جا رہا ہے۔ نتیجتاً اس مادی ترقی کی دوڑ میں لگ کر انسان ایک ایسا مشین نما حیوان بن چکا ہے کہ جو صبح سے شام تک اسی ریس میں جتا ہوا ہے اور دنیا کے حصول میں جائز و ناجائز، حلال و حرام کی تمیز بھی بھول چکا ہے مگر اس کے مسائل اور مصائب ہیں کہ مسلسل بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دلی سکون اور اطمینان میسر نہیں آ رہا، فلاں آگے بڑھ گیا، فلاں اتنی ترقی کر گیا، میں کہاں رہ گیا، خواہشات کے پیچھے دوڑنا اور اپنے نفس کے لیے جینا، یہ سوچ اور یہ جنون اشرف المخلوقات کی تمام تر اقدار و روایات اور اخلاقیات کا جنازہ نکال رہا ہے۔ جس کے پاس تھوڑا سا اختیار، قوت اور موقع میسر آ جائے وہ دوسروں کو روند کر آگے بڑھنا چاہتا ہے، چاہے اس کے لیے کتنی ہی ناانصافی، ظلم اور استحصال کے دروازے کیوں نہ کھولنے پڑ جائیں۔ چاہے دین و شریعت کی دھجیاں ہی کیوں نہ اڑ جائیں، چاہے سب سے بڑی دولت ایمان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑ جائے، ہر صورت میں ہر کوئی اپنے خوابوں کی تکمیل چاہتا ہے۔

دوسری طرف وہ طبقہ ہے جو مادی ترقی کی اس دوڑ میں ظلم، ناانصافی اور استحصال کا شکار ہو کر مسلسل پستا چلا جاتا ہے اور روز بروز پستی، ذلت اور مسائل کے گرداب میں دھنستا چلا جا رہا ہے جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ اُسے مل نہیں پا رہا۔ یہ دونوں انتہائیں دینِ فطرت سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اب ان دونوں طبقات کے لیے فتنہ دجال کی صورت میں ایک بہت بڑا جال، بہت بڑا فریب اور دجل لشکرِ ابلیس نے تیار کر رکھا ہے اور اپنے پروپیگنڈا ٹولز (میڈیا، نصاب، فلم، ڈراما، کارٹونز وغیرہ) کے ذریعے مسلسل اور متواتر ایک Consept لوگوں کے ذہنوں میں پھونک رہا ہے جس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ: لوگوں کی نجات اور اس کے تمام مسائل کا حل ایک Realm of Supernatural میں ہے جو قوانینِ فطرت سے بالاتر ہے۔ پھر لوگوں کو فتنہ دجال میں پھنسانے کے لیے اس کے اوپر "روحانیت" کا ایک اور دلکش اور دلفریب لیپ چڑھایا جاتا ہے اور یہ کہہ کر مزید لبھایا جاتا ہے کہ یہ سائنس سے بھی آگے کی چیز ہے۔ مثلاً آکسفورڈ ڈکشنری Supernatural کی تعریف یوں کر رہی ہے:

"(of a manifestation or event) attributed to some force beyond scientific understanding or the laws of nature."

"(ایسا مظہر یا واقعہ جو) سائنسی فہم یا فطرت کے قوانین سے بالاتر کسی طاقت سے منسوب ہو"۔

نوٹ کیجیے کہ چند صدیاں قبل تک دنیا کو یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ انسان کی شان و شوکت اور اس کے مسائل کے حل کا راز مادی اور سائنسی ترقی میں ہے اور یہ کہ مذہب اس ترقی میں رکاوٹ ہے، پھر جب انسانوں نے مذہب کو چھوڑ چھاڑ کر مادی ترقی اور خواہشات کی تکمیل میں سرپٹ دوڑ لگا دی اور اس دوڑ میں انسانی معاشرے افراتفری، بے حسی، ظلم اور وحشت کے اندھے جوہڑ بن گئے جہاں شرفِ انسانی کا دم گھٹنے لگا اور مسائل پہلے سے بھی بڑھ گئے تو اب ایک نیا "سراب" Supernatural کے نام پر دکھایا جا رہا ہے اور اسے روحانیت کا نام دے کر ایک عالمی دین کے طور پر پروموٹ کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ فتنہ دجال میں بظاہر لیبل (دجل، لیپ) بڑا خوبصورت اور دلفریب لگایا جاتا ہے، لا محالہ اس میں بائبل اور قرآن بھی رکھے جاتے ہیں، مذہبی دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں، بظاہر مذہبی رسوم بھی ادا کی جاتی ہیں لیکن یہ سب دنیا کو دکھانے کے لیے ہوتا ہے، پس پردہ شیطان کا مشن پورا کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ دجالی دین کے لیے سپر نیچرل اور روحانیت جیسے دلفریب ٹائٹل کے ساتھ ساتھ اس کے لیے مثالیں اور حوالے بھی تورات، انجیل اور قرآن سے دیے جاتے ہیں۔ مثلاً دی کارڈینل Realm of Supernatural کی تعریف میں لکھتا ہے:

(ترجمہ): Supernatural شعور کا ایک دائرہ ہے۔ یہ حقیقت کا ایک دائرہ ہے؛ یہ طاقت کا دائرہ ہے؛ یہ تقدس اور پاکیزگی کا دائرہ ہے۔ یہ تخیل/تصوراتی کا ایک دائرہ ہے؛ یہ ایک دائرہ ہے جہاں خدا ہم سے بات کرتا ہے (2pet.1:17-19) یہ ایک ایسا دائرہ ہے، جہاں ناممکن ممکن ہو جاتا ہے (Gen.32:24-32, Acts.12:1-11) یہ لامحدود امکانات کا دائرہ ہے۔ یہ ایک ایسا دائرہ ہے جہاں تقدیر بدلتی ہے؛ تجربے ہوتے ہیں، فتح حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک دائرہ ہے جہاں وہ چیزیں وجود میں آتی ہیں جو موجود نہیں ہیں (Heb.11:1-3)۔

(جاری ہے)

❁❁❁

> علامہ اقبال اپنے ایک خط میں قائداعظم محمد علی جناح کو لکھتے ہیں: "میں فلسطین کے مسئلے کے لیے جیل جانے کو تیار ہوں، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ فلسطین نہ فقط ہندوستان کے لیے بلکہ اسلام کے لیے بہت عظیم ہے۔ یہ ایشیا کا دروازہ ہے جس پر بڑی نیت سے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔"

نظم ''فلسطینی عرب سے''

اس نظم میں اقبالؒ نے عربوں کو ساحرانِ فرنگ کے طلسم سے رہائی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ علامہ کے دل میں ملتِ اسلامیہ کی بہبود کا بڑا درد تھا۔ وہ دن رات فلسطینی عربوں کے غم میں گھلتے رہتے تھے اور یہ نظم اُن کے خلوص اور محبت کی، جو انہیں اس قوم کے ساتھ تھی، بڑی حد تک عکاسی کرتی ہے۔ واضح ہو کہ مجھ سے علامہ مرحوم نے خود ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ''مجھے عربوں سے غیر معمولی محبت ہے کیونکہ یہ لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ سے ایک نسبت رکھتے ہیں، عربی بولتے ہیں، وہ زبان جس میں حضورِ اکرم ﷺ گفتگو فرماتے تھے۔'' (پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

تشریح:

اے فلسطین کے عرب! میں جانتا ہوں کہ تیرے وجود میں ابھی تک وہی آتش موجود ہے جس کے سوز سے زمانہ (دُنیائے کفر) ابھی تک فارغ نہیں ہوا ہے یعنی کفارِ فرنگ ہنوز مطمئن نہیں ہوئے ہیں کہ ہم نے عربوں کو زیر کرلیا ہے۔ وہ ابھی تک اس آگ کو جو صلاح الدین ایوبیؒ بلکہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھڑکائی تھی، بجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ''سوز'' سے اقبالؒ کی مراد وہ جذبۂ جہاد ہے جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعلیمات سے پیدا ہوا تھا۔

آزادی کی حرارت عربوں کی گھٹی میں موجود ہے۔ اس تناظر میں علامہ کہتے ہیں کہ فلسطین کے عربو! میں جانتا ہوں کہ تمہارے جسموں میں وہ آگ موجود ہے جس نے کبھی فارس اور روما کے تخت اُلٹ دیے تھے لیکن تمہارے انگریز حاکم (جو پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد فلسطین پر قابض ہوگئے تھے اور انہوں نے وہاں یہودیوں کو اس لیے بسانا شروع کردیا تھا کہ اس ملکِ فلسطین میں یہودیوں کی ایک آزاد ریاست اسرائیل کے نام سے قائم کی جائے)۔ تمہاری تقریروں اور تحریروں اور مطالبوں سے تمہیں آزاد نہیں کریں گے اور یہودیوں کو تمہارے ملک میں لاکر بسانے سے باز نہیں آئیں گے تا وقتیکہ تم اسی سوز اور آگ سے کام نہ لو گے جو تمہاری سرشت میں موجود ہے۔

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

تشریح:

تیرا علاج جہاد میں، اپنے بدن کی حرارت کو عمل میں لاکر آزادی حاصل کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اپنے بدن کی حرارت کو عمل میں لاکر آزادی حاصل کرنے میں ہے، نہ اس میں کہ تو جنیوا میں جاکر اقوامِ متحدہ سے فریاد کرے یا انگلستان میں جاکر انگریزوں کی منت کرے کہ وہ تمہارے ملک میں یہودیوں کو لانے اور لاکر بسانے سے باز رہیں۔ وہاں کوئی تمہاری بات نہیں سنے گا۔ کیونکہ اہلِ مغرب کی جان کی رگ (جو اقوامِ متحدہ بنائے بیٹھے ہیں) یا انگریزوں کی جان کی رگ (جو تمہارے ملک کے حاکم بنے ہوئے ہیں) یہودیوں کے پنجے میں ہے۔

یورپ کے سارے ملکوں خصوصاً مغربی ممالک (انگلستان سمیت اور آج امریکہ سمیت) کی تجارت، صنعت اور اقتصادیات پر یہودی قابض ہوچکے ہیں، اس لیے انگریز اور اقوامِ متحدہ وہی کچھ کرے گی جو یہودی چاہیں گے۔ اس لیے اقوامِ متحدہ یا انگلستان کے پیچھے دوڑنے کی بجائے اپنی خودداری سے کام لو اور اپنی جدوجہد کے سوز سے انگریزوں اور یہودیوں کو اپنے ملک سے باہر پھینک دو۔

عطا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے

تشریح:

تمہیں چاہیے کہ اپنے اسلاف (بزرگوں) کی طرح اپنی خودی کی تربیت کرو اور ترقی کی منازل طے کرو۔ اسی خودی کی بدولت ہمارے اسلاف کے پوشیدہ جوہر ظاہر ہوتے تھے، جن سے دنیا کانپ اٹھتی تھی اور انہوں نے ایک عالم کو تسخیر کرلیا تھا۔ چنانچہ میں نے تجربہ کار، اور بزرگ لوگوں سے یہ بات سن رکھی ہے کہ اگر کوئی غلام قوم غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے پہلے اپنے اندر اپنی خودی کو بیدار کرنا چاہیے۔ اپنی خودآگاہی حاصل کرکے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں سے آشنا ہونا چاہیے اور پھر ان کو عمل میں لاکر آقاؤں اور مالکوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ اسی میں آزادی کا راز پوشیدہ ہے۔

یاد رکھو کہ اقوامِ عالم یا انگریزوں کے سامنے مطالبات پیش کرنے سے کچھ حاصل نہیں آئے گا۔

اگر تم نے اپنی ذات کو فروخت نہ کیا اور اس کی حفاظت کی تو کوئی وجہ نہیں کہ تم دوبارہ آزاد اور حاکم نہ بن جاؤ۔ یہ فطرت کا اٹل فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا۔ سو تمہیں چاہیے کہ اپنی خودی کی تربیت طرف توجہ کرو، تاکہ تم ان ظالموں کے پنجوں سے نجات حاصل کرسکو۔

دوسرے الفاظ میں پہلے شعورِ خودی پیدا کرے اور پھر جذبِ نمودِ خودی۔ ان دو باتوں کے بعد عمل یا جہاد خود بخود سرزد ہوگا اور اس شدت کے ساتھ ہوگا کہ اس کے سامنے پہاڑ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ شعور کہ میرے سامنے غیر اللہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے، انسان کو ''سیلِ بے پناہ'' بنا دیتا ہے۔

کاش پاکستان کے اربابِ اقتدار، اقتصادی پروگرام کے ساتھ ساتھ، پاکستانی مسلمانوں کی خودی کی پرورش کا بھی کوئی پروگرام مدون فرمائیں تاکہ حصولِ مقصد کی طرف پہلا قدم تو بڑھا سکے!

اقبالؒ نے کہنے کی حد تک سب کچھ کہہ دیا ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کے ارشادات پر عمل کریں تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکے۔

(Construction, Trade and Finance) succeeded to permit Jewish ownership rights and to buy land in Palestine by using administrative & personal influence.

In **1914** during First World War both Turks and Arabs emerged as rival. American University in Beirut (AUB) played a pivot role to facilitate an Arab Christian intellectuals to encourage Turk and Arab Nationalism. Moreover, Thomas Edward Lawrence (1888-1935) British Army Officer, explorer, scholar, writer, Military strategist, linguist known as **Lawrence of Arabia** who organized the Arabs revolt against Ottoman Empire.

1914 - 1918 during 1st World war President of Zionist movement Dr. Wiseman who was the Professor of Chemistry in Manchester University not only offered Jewish intelligence from all over the world but presented chemical weaponry secrets to Britain if they pledged to establish Jewish state in Palestine.

In 1917 the British government announced its public statement (Balfour Declaration) to support for the establishment of "national home for the Jewish people" in Palestine with a small minority Jewish population. First a group of Jewish migrated into Palestine from Russia then from England and so on. British leaders like **Lord Hanning Field** and **Salisbury** supported Zionist movement. They forced Turkish Sultan Abdul Hameed to recognize the right of Jews in Palestine.

In **1920** *Sevres Treaty* was made under which a peace pact occurred between **Sultan Waheed-ud-Deen** of Turkey and Allied forces as a result of this pact Ottoman Empire was abolished. In fact, Allied forces took control over Turkish economy.

During 1920-1948 three Jewish Terrorist groups i.e. Haganah, Eastern Gange and Argen under the leadership of **Yosef Hecht**, **Herzaq Shameer** and **Menachem Begin** respectively were active in killing & evicting Palestinian from their homeland. Later on, both Shameer and Begin became Prime Ministers of Israel.

Balfour Declaration a mile stone in Zionist movement which was made in return of Dr. Wiseman scientific innovation gave Great Britain upper hand in 1st World War and also pleased the American Jews who had control over American Banking system. **Lord Balfour** wrote in his personal Diary "making any decision about Palestine we should not care the 6 million inhabitants; Zionism is more important for us". Palestine was not a bare land. A nation had been settled there for the last two thousand years. In fact, *Balfour Declaration was a deliberate deception targeting the Arabs.*

ایک ترانہ مجاہدینِ فلسطین کے لیے

فیض احمد فیض

فیض کی یہ نظم ان کی مشہور زمانہ نظم ''ہم دیکھیں گے'' سے کافی ملتی جلتی ہے۔ یہ نظم انہوں نے فلسطین کے مجاہدوں کے نام 15 جون 1983ء کو لکھی تھی۔ یاسر عرفات سے فیض کی قریبی دوستی تھی۔

ہم جیتیں گے — حقا ہم اک دن جیتیں گے
بالآخر اک دن جیتیں گے — کیا خوف ز یلغار اعدا
ہے سینہ سپر ہر غازی کا — کیا خوف ز یورش جیش قضا
صف بستہ ہیں ارواح الشہدا — ڈر کاہے کا
ہم جیتیں گے — حقا ہم اک دن جیتیں گے
قد جاء الحق و زھق الباطل — فرمودۂ رب اکبر
ہے جنت اپنے پاؤں تلے — اور سایۂ رحمت سر پر ہے
پھر کیا ڈر ہے — ہم جیتیں گے
حقا ہم اک دن جیتیں گے — بالآخر اک دن جیتیں گے

Why Jinnah said "Israel is an illegitimate son of West"

Ijaz Khan

A statement of Muhammad Ali Jinnah (Founder of Pakistan) that Israel is an illegitimate son of West. When It was interrogated how a state can be unlawful in contemporary era where an organization like League of Nations and United Nation Organization having prime role to maintain world peace which is questionable now. I found the answer in past which exposed to me who is who in the history and how Palestine paying for Europe's crimes to carve out a Jewish state where they were in small minority. Birth of Israel in chronological order for better understanding: 2000 years of Jewish exodus from Egypt, wherever they settled e.g. Spain, Germany, Turkey etc. have been creating conspiracy theories, stabbed on back and unrests over there. It is high time to stop them destroying world peace.

In 1799 French Army Officer **Napoleon Bonaparte** (1769-1821) had issued a proclamation to the Jews to support him on his Syrian campaign in return he will help to establish Jewish state in Palestine.

In 1896 Theodor Herzl (1860-1904) Political Activist, Journalist (Father of Zionist Movement) planned to establish Jewish homeland in Palestine. He invented religious slogan *"Palestine Suleman"* to boost Zionist movement. He assembled Jewish people in Palestine area to draw League of Nations' attention toward the need of Jewish's national state.

In 1897 Lord Walter Rothschild (1868-1937) British Banker, Politician, Zoologist and Zionist leader arranged First Zionist Congress in Basel, Switzerland chaired by Theodor Herzl. He transformed popular phenomenon into a political movement.

In 1898 Jewish lobby convinced Qaiser William of Germany (Personal Friend of Sultan) that during his visit to Turkey he would ask Sultan to accept the Jewish resolution. Sultan ignored his appeal. William did not insist because if Sultan knew the hidden motive; Germany would be deprived from Berlin Bagdad Railway link.

1901 Dr. Herzl established Zionist Colonial Bank (A Bank without state) with Principle amount £ 30M. Dr. Herzl offered in debt relief and financial aid to Turkish Sultan Abdul Hameed, in return Sultan replied that he will not allow an Inch of Palestinian land to the Jews. Dr. Herzl not only threatened him for bad consequences but also started conspiracies to oust Sultan and pressurized him through external regimes.

In **1902** after the death of Dr. Herzl, Headquarter of Zionist movement shifted to Cologne, Germany later a hidden branch was established in a Palestinian port.

In **1909** Sultan Abdul Hameed was deposed from power, **Freemasons** (group of Jewish community who deceptively became Muslims and Westernized Muslim) emerged as Turkish nationalist and influenced Turk Army playing a key role to destabilize government.

In **1909** Muhmud Shevket Pasha became Prime Minister (1908-1913) of Turkey. Three Jewish Ministers of his Cabinet

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore